اگست ۲۰۰۴ء

ماہنامہ

میثاق

لاہور

بانی: ڈاکٹر اسرار احمدؒ

مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور کے زیر اہتمام قرآن اکیڈمی کے

رجوع الی القرآن کورس

میں داخلے کے لئے طالبانِ قرآن سے درخواستیں مطلوب ہیں:

☆ واضح رہے کہ یہ کورس بنیادی طور پر گریجوایٹس اور پوسٹ گریجوایٹس کے لئے ترتیب دیا گیا ہے۔ پیش نظر یہ ہے کہ وہ حضرات جو کم از کم گریجوایشن کی سطح تک اپنی دنیاوی تعلیم مکمل کر چکے ہوں اور اب بنیادی دینی تعلیم بالخصوص عربی زبان سیکھ کر فہم قرآن کے حصول کے خواہش مند ہوں' انہیں اس کورس کے ذریعے ایک ٹھوس بنیاد فراہم کر دی جائے —— تاہم بعض استثنائی صورتوں میں ایف اے کی بنیاد پر بھی اس کورس میں داخلہ لیا جا سکتا ہے۔

نصاب

۱) عربی گرامر	۲) عربی ریڈر
۳) مطالعہ قرآن حکیم کا منتخب نصاب	۴) تذکیر بالقرآن (دورۂ ترجمۂ قرآن)
۵) تجوید وحفظ	۶) ترکیب قرآن مع عربی گرامر
۷) اصطلاحاتِ حدیث اور مطالعۂ حدیث	۸) اضافی محاضرات

☆ کورس کا آغاز ان شاء اللہ یکم ستمبر سے ہوگا اور کورس کا دورانیہ نو ماہ ہوگا۔

کورس کا تفصیلی پراسپکٹس

جس میں داخلے سے متعلق ضروری معلومات کے علاوہ کورس میں شامل مضامین کی تفصیل' طریق تدریس اور نظام الاوقات کی وضاحت بھی شامل ہے' درج ذیل پتے سے حاصل کریں:

ناظم برائے ایک سالہ رجوع الی القرآن کورس

36۔کے' ماڈل ٹاؤن لاہور (فون:03-5869501)

courses@tanzeem.org

وَاذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَمِيْثَاقَهُ الَّذِيْ وَاثَقَكُمْ بِهٖۤ اِذْ قُلْتُمْ سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا (المائدۃ:۷)

ترجمہ: اور اپنے اوپر اللہ کے فضل اور اس کے میثاق کو یاد رکھو جو اس نے تم سے لیا جبکہ تم نے اقرار کیا کہ ہم نے مانا اور اطاعت کی!

ماہنامہ میثاق لاہور

جلد: 53

شمارہ: 8

جمادی الاخریٰ 1425ھ

اگست 2004ء

فی شمارہ -/15

مدیر مسئول

ڈاکٹر اسرار احمد

مجلس ادارت

حافظ عاکف سعید

سید قاسم محمود

حافظ خالد محمود خضر

سالانہ زرِ تعاون

- اندرون ملک 150 روپے
- ایشیا، یورپ، افریقہ وغیرہ 800 روپے
- امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ 1000 روپے

ترسیل زر: مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور

مکتبہ خدام القرآن لاہور

مقام اشاعت: 36۔ کے ماڈل ٹاؤن لاہور 54700، فون 03-5869501

فیکس: 5834000 ای میل: anjuman@tanzeem.org

ویب سائٹ ایڈریس: www.tanzeem.org

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی: 67۔ گڑھی شاہو، علامہ اقبال روڈ، لاہور

فون: 6316638-6366638 فیکس: 6305110

پبلشر: ناظم مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور

طابع: رشید احمد چوہدری مطبع: مکتبہ جدید پریس (پرائیویٹ) لمیٹڈ

مشمولات

- **عرض احوال** — 3

  سید قاسم محمود

- **مطالعہ قرآن حکیم** — 7

  اسوۂ رسول ﷺ کی روشنی میں ہماری دینی ذمہ داریاں

  ڈاکٹر اسرار احمد

- **حقیقت دین** — 28

  دینی اور دنیوی محبتوں کی کشمکش

  انجینئر نوید احمد

- **دعوت و تحریک** — 41

  میں اپنی تسبیح روز و شب کا شمار کرتا ہوں دانہ دانہ

  ایک سینئر رفیق تنظیم

- **الدین النصیحۃ** — 48

  شریف فیملی کے نام خطوط

  ڈاکٹر اسرار احمد

- **خطوط و نکات** — 71

  ○ تاریخ کے اس بحران عظیم کی درستی کے لئے کیا کیا جائے؟

  ○ تفسیر بالرائے کے ضمن میں علماء محققین کا موقف

- **رفتار کار** — 80

  التنظیم الاسلامی امریکا الشمالیہ کا پہلا سالانہ اجتماع

  رعنا ہاشم خان

- **عالم اسلام** — 85

  ایران (۱)

  سید قاسم محمود

❁ ❁ ❁

عرض احوال

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تازہ شمارے میں بھی خاص تحریریں جمع ہوگئی ہیں‘ جن کا تعارف ضروری ہے۔ اوّل تو خود بانیٔ تنظیم‘ محترم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب ہی کی دو تحریریں ایسی شامل ہیں کہ ایک تحریر کے مطالعے سے دینی وملی فرائض یاد آتے ہیں‘ اور دوسری تحریر سے ہمارے وطن عزیز کی سیاست اور سیاسی رہنماؤں کے اندرونی حالات کی نقاب کشائی ہوتی ہے۔

’’اسوۂ رسول ﷺ کی روشنی میں ہماری دینی ذمہ داریاں‘‘ پہلی تحریر کا سبق آموز اور اپنے ضمیر میں جھانکنے والا عنوان ہے۔ شاید ’’تنظیم‘‘ کے سینئر رفقاء کو یاد ہوگا کہ محترم ڈاکٹر صاحب نے آج سے پچیس سال قبل اپنے سلسلہ وار درسِ قرآن کے تحت سورۃ الاحزاب کی آیت: ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾ پر مفصل درس دیا تھا۔ بعدازاں اس درس کے باریک نکات میں توسیع واضافہ کرتے ہوئے ’’اسوۂ رسولؐ کی روشنی میں ہماری دینی ذمہ داریاں‘‘ کے عنوان سے ایک اضافی خطاب بھی فرمایا۔ وہ درس اور یہ خطاب دونوں ازسرنوایڈٹ کرکے ’’میثاق‘‘ میں شائع کیا جارہا ہے‘ جو موجودہ شمارے میں مکمل ہوگیا ہے۔

’’اَلدِّیْنُ النَّصِیْحَۃُ‘‘ کے سلسلے کے تحت ’’میثاق‘‘ کے گزشتہ شمارے میں بانی تنظیم محترم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کا وہ مفصل مکتوب شائع کیا گیا تھا جو موصوف نے سابق صدر مملکت جنرل محمد ضیاء الحق کے نام تحریر کیا تھا۔ موجودہ شمارے میں محترم ڈاکٹر صاحب کے وہ خطوط بھی یکجا ہوگئے ہیں جو آپ نے پاکستان کے ایک نامور اور سربرآوردہ سیاسی خاندان ’’شریف فیملی‘‘ کے سربراہوں کو اُس وقت لکھے تھے جب وہ کسی ملک میں جلاوطنی اور بے بسی کی زندگی بسر نہیں کررہے تھے‘ بلکہ جس وقت وہ ملک کے سیاہ وسفید کے مالک بنے ہوئے تھے اور قوم کی تقدیر کے بلاشرکتِ غیرے مالک ومقتدر بنے ہوئے تھے۔ یہ خطوط اس وقت نصیحت معلوم ہوتے تھے‘ آج پڑھتے وقت عبرت کا نقشہ پیش کرتے ہیں۔

تنظیم کے ایک سینئر اور مخلص رفیق جناب انجینئر نوید احمد نے اپنے تازہ مضمون میں دینی اور دنیوی محبتوں کی کشمکش دکھائی ہے اور بتایا ہے کہ انسان میں محبت کی تین سطحیں ہیں: طبعی یا جبلی محبت‘ فطری محبت‘ روحانی محبت۔ یہ تیسری محبت انسان کے وجود میں موجود ’’روح‘‘ کا تعلق اللہ کی ذات سے قائم کرتی ہے۔ اس محبت کا ایک لازمی نتیجہ رسول کریم ﷺ کی محبت

ہے۔ اللہ کے راستے میں جہاد کی محبت بھی روحانی محبت کا لازمہ ہے۔ ان محبتوں کے درمیان ایک کشمکش بھی برابر جاری رہتی ہے' یہ ہمیں پہلی بار معلوم ہوا ہے۔ آپ بھی یہ خاص تحریر مطالعہ فرمائیں گے' تو ہمیں یقین ہے کہ آپ کو بھی یہی احساس ہوگا کہ جیسے محبتوں کی آویزش آپ پہلی مرتبہ دیکھ رہے ہیں۔

سلسلۂ ''دعوت وتحریک'' کے تحت اب کے ''تنظیم'' کے ایک سینئر رفیق نے اپنے روزمرہ کے معمولات کی تصویر دکھائی ہے جو قابل رشک تو ہیں ہی' لائق تقلید بھی ہیں۔ انہوں نے اپنے مضمون کی سرخی بھی نفسِ تحریر کے مطابق خوب جمائی ہے: ''میں اپنی تسبیح روز وشب کا شمار کرتا ہوں دانہ دانہ''۔

تاریخ کے موجودہ بحرانِ عظیم کی درستگی کے لئے کیا کیا جائے؟ کیسے کیا جائے؟ اور اس کا آغاز کہاں سے ہو؟ یہ وہ سوالات ہیں جن کا ایک جواب راشد شاز صاحب نے اپنے اس مکتوب میں لکھا ہے جو انہوں نے بانی تنظیم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کے نام تحریر کیا ہے اور ان کا مشورہ طلب کیا ہے۔ دہلی سے آنے والے اس دردمند مکتوب کے ساتھ ساتھ دو مکاتیب شمارہ مئی میں شائع شدہ مولانا اخلاق حسین قاسمی صاحب کے مضمون ''تفسیر بالرائے کے ضمن میں نامور علماء محققین کا موقف'' سے متعلق موصول ہوئے ہیں۔

التنظیم الاسلامی امریکا الشمالیہ کا پہلا سالانہ اجلاس ۲۶ جون ۲۰۰۴ء کو امریکہ کے انڈسٹریل شہر ڈیٹرائٹ میں منعقد ہوا۔ تنظیم کی ایک مخلص رکن اور فعال کارکن محترمہ رعنا ہاشم خان نے اجلاس کی روداد ''میثاق'' کے لئے بھیجی ہے۔ پڑھ کر خوشی ہوتی ہے کہ ''دعوت رجوع الی القرآن'' کے نام پر' لاہور سے اٹھنے والی ''تنظیم'' دنیا کے دور دراز گوشوں میں کس استقامت واخلاص سے برگ وبار لا رہی ہے۔

مسلم ملکوں کے موجودہ حالات وکوائف پر مبنی قسط وار سلسلے کے تحت ''ایران'' کا تذکرہ شروع ہوا ہے۔ ایران بڑا مسلم ملک ہونے کے علاوہ ہزاروں سال پر پھیلی ہوئی ایک طویل اور بڑی تہذیب رکھتا ہے' اس لئے اس ملک کا تعارف دو تین قسطوں پر محیط ہو جائے تو تعجب نہ ہونا چاہئے۔

یہ تو ہوئی ہماری جانب سے آپ کی خدمت۔ آپ بھی ایک خط لکھ کر فرمائیے کہ کس تحریر سے آپ نے کیا اثر قبول کیا؟

سید قاسم محمود

اُسوۂ رسول ﷺ

کی روشنی میں

ہماری دینی ذمہ داریاں

(گزشتہ سے پیوستہ)

بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد

تربیت وتزکیہ کا مسنون ذریعہ ــــ قرآن حکیم

اب آیئے چوتھی بات کی طرف ــــ وہ ہے تربیت۔ یہ معاملہ اس اعتبار سے سب سے زیادہ تکلیف دہ ہے کہ تربیت اور تزکیۂ نفس کے بارے میں یہ سمجھ لیا گیا ہے کہ شاید اس کے لئے تو یہ قرآن مفید ہے ہی نہیں' کتاب اللہ اس کام کے لئے مؤثر ہی نہیں ہے' لہٰذا ذکر کے کچھ اور طریقے ایجاد کرنے پڑیں گے' تربیت کا کوئی دوسرا انظام بنانا پڑے گا ــــ گویا نبی اکرم ﷺ کا اسوہ اس کے لئے مکمل رہنمائی نہیں کرسکتا۔ اس کے لئے دلیل یہ دی جاتی ہے کہ آنحضور ﷺ کی شخصیت کا جو اثر ہوتا تھا وہ اب ہمارے لئے ممکن نہیں ہے' کیونکہ آپ ﷺ کا وجودِ اقدس ہمارے درمیان موجود نہیں۔ تصوف کے حلقوں میں جو دیانت دار اور خدا ترس لوگ ہیں' وہ یہ بات تسلیم کرتے ہیں کہ ہمارے ہاں تربیت' تزکیہ اور سلوک کے جو طریقے رائج ہیں' وہ مسنون بہر حال نہیں ہیں۔ دیانت کا تقاضا ہے کہ ہم بھی اس کو تسلیم کریں۔ ضربیں لگانے کے طریقے کو مسنون ٹھہرانے کے لئے کہاں سے دلیل لائیں گے؟ یہ بات نہ تو کسی حدیث سے

ثابت ہے نہ کسی صحابی سے اور نہ ہی کسی تابعی سے۔ جو حضرات اس کے قائل ہیں وہ زیادہ سے زیادہ یہ عذر و معذرت یا Plea لاتے ہیں کہ ان طریقوں کو انہوں نے اپنے تجربات میں مفید پایا ہے۔۔۔ ٹھیک ہے' مجھے اس سے انکار نہیں۔۔۔ ایسا ممکن ہے کہ یہ طریقے مفید ہوں۔۔۔ لیکن یہ مانئے اور اس کا اعلان بھی کیجئے کہ یہ طریقے مسنون نہیں ہیں۔ یہ طریقے اسوۂ محمدی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام سے مطابقت نہیں رکھتے۔ کیا ایسے حضرات کا یہ خیال ہے کہ جناب محمد رسول اللہ ﷺ نے تزکیہ نہیں کیا؟ قرآن حکیم میں تین مقامات پر تلاوت کے بعد تزکیہ ہی کا ذکر آتا ہے۔۔۔ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ۔۔۔

اس تزکیہ کا ذریعہ کیا ہے؟ دعوت و تبلیغ کا مدار اور انذار و تبشیر کا مرکز و محور تو قرآن ہے اور تذکیر و نصیحت کا مبنیٰ بھی قرآن ہی ہے' اس بات کو ہم نے قرآن کی آیات ہی سے سمجھ لیا۔ اس کے سمجھنے کا معاملہ آسان ہے' البتہ تزکیہ کا معاملہ تھوڑا سا باریک ہے۔ تزکیہ و تربیت کے لئے بھی ہمیں ہر حال میں قرآن ہی کی طرف رجوع کرنا ہوگا۔ آیئے اس بات کو قرآن ہی سے سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ سورۂ یونس (آیت ۵۷) میں فرمایا:

﴿يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَتْكُمْ مَّوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَشِفَآءٌ لِّمَا فِي الصُّدُوْرِ ۙ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ۝﴾

"اے لوگو! تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے نصیحت آ گئی ہے۔ یہ وہ چیز ہے جو دلوں کے امراض کی شفا ہے اور جو اسے قبول کر لیں ان کے لئے ہدایت اور رحمت ہے"۔

چنانچہ دل کے تمام امراضِ دینیہ و اخلاقیہ کے لئے شفاء یہ قرآن مجید ہے۔ ذکر' یہ قرآن ہے: ﴿اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ۝﴾ (الحجر) جو اس ذکر کو By pass کرے گا اس کے متعلق کم سے کم یہ بات کہی جائے گی کہ وہ غیر مسنون طریقے پر عمل کر رہا ہے۔ امراضِ قلبیہ و صدریہ کا علاج جو اس سے علیحدہ کیا جائے گا وہ اسوۂ رسول ﷺ نہیں ہوگا۔ اپنی جگہ مؤثر ہوا کرے۔۔۔ اسوۂ رسولؐ کے نقشے سے وہ ہٹا ہوا ہے۔

دیکھئے ہمارے ہاں ایک ہے ''وعظ''۔آج یہ وعظ ہمارے ہاں گالی بن گیا ہے۔ لوگ پھبتی چست کرتے ہیں کہ لو جی وعظ کر رہے ہیں۔گویا بہت گھٹیا سی بات کہی جا رہی ہے۔یہ ہر دور کی ایک چھاپ ہوتی ہے۔ایک زمانے میں ایسے وعظ ہوا کرتے تھے جو بہت مؤثر ہوتے تھے۔سامعین ان سے اپنے قلوب میں گداز اور ایک روشنی محسوس کرتے تھے' ان کے جذبات کو جلا ملتی تھی۔لیکن ہمارے ہاں' میری یادداشت کے مطابق' جو ''وعظ'' ہوا کرتے تھے ان میں بھی قرآن نہیں ہوتا تھا (الا ماشاء اللہ) اکثر وعظ ''مثنویٔ مولویٔ معنوی'' کی بنیاد پر ہوتے تھے۔اس کی بھی ایک تاثیر تھی' اس سے انکار نہیں۔اکثر ہوتا یہی تھا کہ ایک خاص ترنم آمیز لہجے میں مثنوی کو پڑھا جاتا تھا۔ میرے ہوش کے زمانے میں اکثر وعظوں کی یہی نوعیت ہوتی تھی جو میں نے خود سنے ہیں۔قرآن کہتا ہے کہ موعظہ حسنہ اور نصیحت یہ قرآن ہی ہے۔دلوں میں اترنے والی چیز یہ قرآن ہے' جذبات کو جلا بخشنے والی چیز یہ قرآن ہے۔

علامہ اقبال مرحوم نے اپنے اشعار میں بہت سے قرآنی حقائق کی نہایت عمدہ اور اعلیٰ وارفع ترجمانی اور وضاحت کی ہے ___ چنانچہ روایتی واعظوں کے متعلق وہ کہتے ہیں ؏ ''معنی او پست و حرفِ او بلند'' یعنی الفاظ بڑے بھاری بھرکم اور معنی تلاش کرو تو ہیں ہی نہیں ___ دھواں دھار بات ہے لیکن معنی سے بالکل خالی ___ علامہ مزید کہتے ہیں۔

از خطیب و دیلمی گفتارِ او
با ضعیف و شاذ و مرسل کارِ او

یعنی اپنے وعظوں کے لئے حدیث لائیں گے تو کوئی بہت ہی ضعیف یا شاذ حدیث لائیں گے۔واعظوں کی یہ بڑی کمزوری شمار کی گئی ہے کہ ان کے وعظ میں اکثر و بیشتر کمزور و ضعیف حدیثیں ہوتی ہیں۔امام غزالیؒ اس سے نہ بچ سکے۔''احیاء العلوم'' جیسی کتاب بھی اس سے مبرا نہیں۔وہ کسی موضوع پر سات آٹھ صحیح حدیثیں درج کرنے کے بعد دو تین ضعیف حدیثیں بھی شامل کر دیتے ہیں۔پتہ نہیں ایسا کیوں ہوا! شاید ان کا جی بھرتا نہیں تھا اور وہ چاہتے تھے کہ دو تین دلیلیں اور دے دی جائیں۔حالانکہ ایک بات صحیح

حدیث سے ثابت ہو جاتی ہو تو پھر اس کے لئے ضعیف احادیث سے استدلال کی کیا ضرورت ہے! ہمارے ہاں جو عام واعظین ہیں ان کا حال یہ ہے کہ ساری گفتگو اور وعظ کا مرکز ومحور صرف ضعیف احادیث ہوں گی ـــ الا ماشاء اللہ۔ مطلب یہ ہے کہ اگر کسی چیز سے ہمارے واعظین کو اعتناء نہیں ہے تو وہ یہ قرآن ہے۔

مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے اپنے والد مرحوم کے یہ حد درجہ سادہ مگر پرتاثیر اشعار حواشی ترجمہ قرآن میں درج کئے ہیں ؎

سنتے سنتے نغمہ ہائے محفلِ بدعات کو
کان بہرے ہو گئے دل بے مزہ ہونے کو ہے
آؤ سنوائیں تمہیں وہ نغمۂ مشروع بھی
پارہ جس کے لحن سے طورِ ہدیٰ ہونے کو ہے
حیف گر تاثیر اُس کی تیرے دل پر کچھ نہ ہو
کوہ جس سے خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا ہونے کو ہے!

میں کہا کرتا ہوں کہ ایک محفل سماع جناب محمد رسول اللہ ﷺ کی بھی ہوتی تھی، لیکن اس میں کیا سنا جاتا تھا؟ قرآن ـــ ﴿وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا﴾ (الاعراف:٢٠٤) ''اور جب قرآن تمہارے سامنے پڑھا جائے تو اسے توجہ سے سنو اور خاموش رہو۔'' بخاری ومسلم میں حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ان سے فرمائش کر کے قرآن کریم سننا چاہا۔ انہوں نے عرض کیا کہ حضورؐ آپ کو سناؤں! آپؐ پر تو قرآن نازل ہوا ہے۔ آنجناب ﷺ نے فرمایا کہ ہاں سناؤ' مجھے دوسروں سے سن کر حظ اور لطف حاصل ہوتا ہے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ نے سورۃ النساء پڑھنی شروع کی اور جب اکتالیسویں آیت پر آئے تو حضور ﷺ نے فرمایا: حَسْبُكَ حَسْبُكَ ''بس کرو، بس کرو!'' حضور ﷺ کی آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے جب حضرت عبداللہؓ نے یہ آیت پڑھی: ﴿فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ بِشَهِيْدٍ وَّجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ شَهِيْدًا ۞﴾ ''پس سوچو کہ اُس وقت کیا ہو گا جب ہم

ہر اُمت میں سے ایک گواہ لائیں گے اور ان لوگوں پر (اے محمدؐ) آپ کو گواہ کی حیثیت سے کھڑا کریں گے۔'' یہ ہے سماع جناب محمد رسول اللہ ﷺ کا!

وعظ کا مقصد کیا ہے؟ جذبات کے اندر ایک حرارت پیدا کرنا ---- کیا یہ حرارت قرآن سے پیدا نہیں ہوتی؟ گویا تزکیہ نفس کے لئے تو غالباً یہ دنیا کی ناکام ترین کتاب سمجھی گئی ہے۔ نعوذ باللہ من ذٰلک۔ نہایت افسوس کے ساتھ عرض کرتا ہوں کہ قرآن حکیم کی سب سے زیادہ ناقدری اس کوچے میں آکر ہوئی ہے۔ اس کا مرثیہ بھی اقبال نے کہا ہے۔

صوفیٔ پشمینہ پوشِ حال مست
از شرابِ نغمۂ قوال مست!
آتش از شعرِ عراقی در دلش
در نمی سازد بقرآں محفلش!

عراقی' جامی یا رُومی کا شعر سنیں گے تو وجد میں آجائیں گے' لیکن قرآن سنیں گے تو کوئی اثر ہی نہیں ہوگا' بلکہ قرآن ان کی محفلوں میں جگہ ہی نہیں پاتا۔ حالانکہ اگر جذبات کی جلا' ان میں حرارت اور سوز و گداز اور کیف و سرور کی کیفیات مطلوب ہوں تو اس مقصد کے لئے بھی یہ قرآن ہے جو جناب محمد رسول اللہ ﷺ پر اُترا۔ ان کے لئے بھی سب سے بڑا منبع و سرچشمہ قرآن مجید ہی ہے۔

اسوۂ حسنہ کے ضمن میں اب تک قدرے تفصیل کے ساتھ میں نے جو اُسوے گنوائے ہیں' انہیں پھر ذہن میں تازہ کر لیجئے۔ پہلا اسوہ ہے دعوت و تبلیغ' انذار و تبشیر اور موعظہ و تذکیر' ان سب کو جمع کر لیجئے' ان سب کا مرکز و محور اور مبنٰی و مدار ہے قرآن۔ دوسرا اُسوہ ہے تزکیہ و تربیت' اس کی اساس' جڑ اور بنیاد بھی قرآن ہی ہے۔ ذکر قرآن سے ---- محفل سماع قرآن سے ---- وعظ قرآن سے ---- تطہیر فکر قرآن سے ہوگی' اور فکر کی تطہیر ہوگی تو اعمال خود بخود درست ہوں گے۔ ظاہر ہے کہ انسانی شخصیت فکر و عمل کا مجموعہ ہے اور یہ دونوں لازم و ملزوم ہیں' بایں معنی کہ ''گندم از گندم بروید' جوز جو'' کے مصداق غلط فکر' غلط عمل ہی کو جنم دے سکتا ہے اور صحیح عمل کے لئے

صحیح فکر ناگزیر ہے۔ گویا اگر کسی انسان کی فکر کی تطہیر ہو جائے اور غلط افکار و نظریات اور فاسد خیالات اس کے قلب و ذہن سے پت جھڑ کے پتوں کی طرح جھڑتے چلے جائیں تو اعمالِ صالحہ اور اخلاقِ حسنہ کے برگ و بار بلاتکلف از خود نمایاں ہو جائیں گے۔ اسی عمل (Phenomenon) کو قرآن حکیم ''یُکَفِّرْ عَنْهُمْ سَیِّاٰتِهِمْ'' بھی قرار دیتا ہے اور یُبَدِّلُ اللّٰهُ سَیِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ بھی ـــــ اور یہی ربط و تعلق ہے اس میں کہ تلاوتِ آیات کے متصلاً بعد تزکیہ کا ذکر قرآن میں آیا ہے: یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَیُزَکِّیْهِمْ ـــــ واللہ اعلم!

تنظیم کے لئے اُسوۂ رسولؐ سے رہنمائی

اب آیئے دوسرے مرحلے کی طرف یعنی تنظیم و ہجرت ـــــ تنظیم کے ضمن میں جناب محمد رسول اللہ ﷺ کا کیا اسوہ رہا ہے! اب اس مسئلہ کو ہمیں سمجھنا ہے۔ اس میں تو کوئی شک نہیں کہ تنظیم کے بغیر کوئی بھی اجتماعی کام نہیں ہو سکتا۔ یہاں تک کہ آپ کو لوگوں کی جیبیں کاٹنی ہوں تو بھی ایک تنظیم قائم کرنی پڑتی ہے۔ گرہ کٹوں کے بھی گروہ (Gangs) ہوتے ہیں۔ ڈاکہ ڈالنا ہو تو گینگ بنانا ہوگا۔ سوشلزم لانا ہو تو آپ کو تنظیم بنانی ہوگی ـــــ اور اگر اسلام کے لئے کوئی کام کرنا ہے تو بھی تنظیم سے مفر نہیں ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول ہے: لَا اِسْلَامَ اِلَّا بِجَمَاعَةٍ۔ یعنی جماعت کے بغیر کوئی اسلام نہیں۔ اور نبی اکرم ﷺ کا تو حکم ہے کہ:

> ((اَنَا آمُرُکُمْ بِخَمْسٍ :بِالْجَمَاعَةِ وَالسَّمْعِ وَالطَّاعَةِ وَالْهِجْرَةِ وَالْجِهَادِ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ))
>
> ''(مسلمانو!) میں تمہیں پانچ باتوں کا حکم دے رہا ہوں: (i) جماعت کا' (ii) سننے کا' (iii) اطاعت کرنے کا' (iv) ہجرت کا' اور (v) اللہ کے راستے میں جہاد کا۔''

ہمارا آج کا مزاج اس سے کافی دور چلا گیا ہے۔ بڑے بڑے اہل دانش و بینش اور صاحب علم و فضل کہتے ہیں ''اجی جماعت کی کیا ضرورت ہے؟ کام تو ہم بھی کر ہی رہے

ہیں' نماز روزہ تو ہو ہی رہا ہے' کسی کی کوئی خدمت بھی کر دی جاتی ہے۔'' اگر واقعی کوئی کام کرنا ہے' اگر اسوۂ محمدیؐ پیش نظر ہے اور انقلابِ محمدیؐ کو دنیا میں دوبارہ لانے کی سعی و جہد کرنی ہے تب تنظیم سے رستگاری نہیں ہو سکتی' تنظیم کے بغیر کچھ نہیں ہو سکے گا۔ آج کے دور کا سب سے کٹھن کام یہی ہے ــــــ دیکھئے قرآن مجید (سورۂ مریم) میں عرب کے لوگوں کو قَوْمًا لُدًّا کہا گیا ہے کہ یہ بڑی جھگڑالو قوم ہے۔ ہر ایک اپنی جگہ پر فرعونِ بے ساماں ہے' کون کسی کی سنے گا! کون کسی کے سامنے سر جھکائے گا! آج کا دور بھی ایسا ہی دور ہے کہ سب سقراط و بقراط ہیں' کون کسی کی سنے گا! لوگوں کے اپنے اپنے نظریات اور خیالات ہیں جو ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ چنانچہ اس دور میں کسی نظم کا پابند ہونا سب سے کٹھن کام ہے۔ کسی کی بات مانی جائے' کسی کا حکم مانا جائے' خود کو کسی ڈسپلن میں دے دیا جائے' سمع و طاعت کا نظم قبول کیا جائے' یہ بڑا مشکل اور کٹھن کام ہے۔

میرے نزدیک حضرت ابوبکر صدیق ﷺ کی قربانیوں میں سب سے بڑا ایثار یہی تھا کہ انہوں نے اپنی شخصیت کی کامل نفی کر کے اس کو نبی اکرم ﷺ کی ذاتِ اقدس میں گم کر دیا تھا ــــــ حالانکہ بہت سے دنیوی اعتبارات سے آپؓ نبی اکرم ﷺ سے آگے تھے۔ حضور ﷺ کے پاس اپنا ذاتی سرمایہ کوئی نہیں تھا۔ از روئے الفاظ قرآنی: ﴿وَوَجَدَكَ عَائِلًا فَأَغْنٰى ۝﴾ ''اور تمہیں نادار پایا اور پھر مالدار کر دیا''۔ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو جب غنی کیا ہے تو سرمایہ اہلیہ محترمہ کا تھا۔ نقل کفر کفر نہ باشد' طائف والوں نے یہی طعنے تو دیئے تھے کہ اللہ کو ایک مفلس و قلاش کے سوا اپنا نبی بنانے کے لئے کوئی اور نہیں ملا تھا؟ مکہ والے بھی کہا کرتے تھے کہ اللہ کو نبی بنانا تھا تو دو عظیم شہروں (مکہ اور طائف) میں سے کسی صاحب ثروت سردار کو بناتا۔ حضور ﷺ کے پاس قریش کے اس قبائلی نظام کا کوئی منصب نہیں تھا' جبکہ ابوبکر صدیق ﷺ کے پاس سب سے زیادہ نازک اور حساس ذمہ داری تھی ــــــ یعنی دیت کا فیصلہ کرنا۔ آپؓ کے اختیار میں تھا کہ کسی مقتول کا کتنا خون بہا دیا جائے گا ــــــ گویا اس معاشرے میں کسی کی معاشرتی حیثیت (Social Status) کے تعین کرنے کا کام آپ کے سپرد تھا۔ اس سے

آپ اندازہ لگالیں کہ اس معاشرے کے قبائلی نظام میں حضرت ابوبکرؓ کو کیا مقام حاصل تھا! لیکن انہوں نے اپنی شخصیت کی ایسی نفی کی ہے اور اپنے آپ کو محمد رسول اللہ ﷺ کی شخصیت میں اس طرح گم کیا ہے کہ ''ابوبکر'' تو نظر ہی نہیں آتے۔ نظر تو وہ آیا کرتا ہے جو اختلاف کرتا ہے۔ ایسے شخص کی شخصیت علیحدہ اور جدا نظر آئے گی جو کسی درجے میں اپنی بات کرتا ہو۔ لیکن جس کی اپنی کوئی بات ہی نہیں ہے' جو خود کو گم کر چکا ہو محمد رسول اللہ ﷺ کی شخصیت میں' وہ کہاں نظر آئے گا! — یہ ہے حضرتِ ابوبکرؓ کا سب سے بڑا ایثار اور سب سے بڑی قربانی۔

آج جو سب سے بڑا خناس ہمارے دماغوں میں بیٹھا ہوا ہے وہ یہی انانیت ہے۔ کوئی نظم ہو گا اور کوئی تنظیم ہو گی تو بہر حال اس کے امیر اور اس کے نظام العمل کی پابندی بھی کرنی ہو گی — لہٰذا اپنے آپ کو اس ''کھکھیڑ'' سے بچانے کے لئے یہ فلسفہ تراش لیا جاتا ہے کہ اجی کسی جماعت یا تنظیم کی ضرورت ہی کیا ہے؟ دین کا کام کسی نہ کسی درجے میں ہم بھی کر ہی رہے ہیں — جماعتیں اور تنظیمیں تو عموماً فتنہ بن جایا کرتی ہیں — اس لئے اس سے حذر ہی بہتر ہے۔ ان حیلوں سے دل کو مطمئن کر لیا جاتا ہے۔ لوگ سڑک پر چلتے ہوئے حادثے کا شکار ہو جاتے ہیں' لیکن اس کے باوجود باہر نکلنا ترک نہیں کرتے۔ دل میں اصل چور یہی ہے کہ میں کیوں کسی کی مانوں؟ لیکن یہ جان لیجئے کہ تنظیم و جماعت کے بغیر دنیا میں کبھی کوئی کام نہیں ہو سکتا۔

تنظیم نبویؐ کی نوعیت

اب رسول اللہ ﷺ کے اسوۂ حسنہ کی روشنی میں مجھے تنظیم و ہجرت کے بارے میں کچھ عرض کرنا ہے — نبی اکرم ﷺ کی تنظیمیں دو نوعیتوں کی تھیں۔ ایک تنظیم کی نوعیت تو یہ تھی کہ آپ ﷺ کے بربنائے نبی و رسول ہونے کے' جو شخص آپؐ پر ایمان لے آیا' اس نے کلمۂ شہادت پڑھ لیا' تو وہ خود بخود بحیثیت مؤمن آپ کا مطیع و فرماں بردار ہو گیا اور آپ سے آپ اس بڑی تنظیم میں شامل ہو گیا جس کو امت مسلمہ سے موسوم کیا جاتا ہے۔ اب کسی دوسری تنظیم کی حاجت ہی نہیں۔ وہ حضور ﷺ کے احکام کا پابند ہے۔

آپ ﷺ کی اطاعت سے سرمو انحراف کرے گا تو اس کا ایمان ہی سلامت نہیں رہے گا۔ اس سے زیادہ مضبوط تنظیم کا دنیا میں وجود ممکن ہی نہیں ہے۔ دنیا میں ہر شخص کی رائے سے اختلاف کیا جا سکتا ہے' لیکن رسول اللہ ﷺ سے تو اختلاف ممکن نہیں۔ اختلاف کیا تو ایمان کی خیر نہیں ـــــ اختلاف کرنا تو دور رہا' بات مان بھی لی لیکن اگر دل میں کوئی اضطراب یا تنگی رہ گئی تو بھی ایمان کی خیر نہیں۔ از روئے الفاظ قرآنی:

﴿فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا﴾ (النساء:٦٥)

''نہیں (اے محمد ﷺ!) آپؐ کے ربّ کی قسم یہ ہرگز مومن نہیں ہو سکتے جب تک کہ اپنے باہمی اختلافات میں آپؐ کو فیصلہ کرنے والا نہ مان لیں' پھر جو کچھ آپؐ فیصلہ کریں اس پر اپنے دل میں کوئی تنگی بھی محسوس نہ کریں بلکہ سربسر تسلیم کر لیں۔''

آپ نے دیکھا کہ آنجناب ﷺ کے حکم کو تسلیم نہ کرنے پر ہی نہیں بلکہ آپ کے فیصلوں کو خوش دلی سے قبول نہ کرنے پر بھی ایمان کی نفی کی جا رہی ہے اور اللہ تبارک وتعالیٰ اپنی ذات کی قسم کھا کر نفی فرما رہے ہیں ـــــ پھر دیکھئے سورۃ الحجرات میں فرمایا:

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ﴾ (آیت۲)

''اے اہل ایمان! مت بلند کرو اپنی آوازوں کو نبیؐ کی آواز پر اور نہ ہی ان سے اونچی آواز میں بات کرو جس طرح تم باہم ایک دوسرے سے گفتگو کرتے ہوئے بلند آوازی اختیار کرتے ہو' مبادا تمہارے سارے اعمال برباد ہو جائیں (تمہاری ساری نیکیاں اکارت جائیں' تمہارے اب تک کئے کرائے پر پانی پھر جائے) اور تمہیں شعور واحساس تک نہ ہو''۔

شعور واحساس تو تب ہوتا ہے جب انسان یہ سمجھے کہ وہ نبی اکرم ﷺ کی کسی نافرمانی کا ارتکاب کر رہا ہے ـــــ غور کیجئے کہ یہاں نافرمانی' حکم عدولی اور معصیتِ رسولؐ کا کوئی

سوال پیدا نہیں ہوا' بلکہ مجرد سوئے ادب کی وجہ سے سارے اعمال کے حبط ہونے کی وعید سنائی جا رہی ہے۔

آگے چلئے اور دیکھئے کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے اطاعتِ رسول کے لئے کتنا محکم اور غیر مبہم ضابطہ وقانون بیان فرمادیا ہے: ﴿مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ﴾ (النساء:٨٠) ''جس نے رسولؐ کی اطاعت کی پس اس نے اللہ کی اطاعت کی۔''___ اسی ضمن میں خود نبی اکرم ﷺ کا قول بھی سن لیجئے: ((لَا يُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى يَكُوْنَ هَوَاهُ تَبَعًا لِّمَا جِئْتُ بِهٖ)) ''تم میں سے کوئی شخص مومن نہیں ہوسکتا جب تک اُس کی خواہش نفس اس ہدایت کے تابع نہ ہو جائے جو میں لے کر آیا ہوں''۔ قرآن وحدیث کی یہ تعلیمات وہدایات پیش نظر رکھئے اور غور کیجئے کہ اس سے زیادہ مضبوط کسی اور تنظیم کا آپ تصور کر سکتے ہیں؟

مسنون ہیئت تنظیمی___ بیعت سمع وطاعت

واقعہ یہ ہے کہ میں نے اس مسئلہ پر کافی طویل عرصے تک بہت غور کیا ہے اور آپ کو بھی غور وفکر کی دعوت دیتا ہوں کہ آنحضور ﷺ نے مختلف مواقع اور اوقات میں صحابہ ؓ سے جو بیعتیں لی ہیں' ان کی کیا ضرورت تھی؟ نبی اکرم ﷺ تو اپنی ذات میں خود مطاع ہیں' پھر بیعت کی ضرورت کیا ہے؟ غزوۂ بدر سے پہلے جو مشاورت ہوئی ہے کہ آیا قافلے کا رخ کیا جائے جس میں صرف پچاس نفوس ہیں یا اُس لشکر کا جو پوری طرح کیل کانٹے سے لیس اور ایک ہزار جنگجوؤں پر مشتمل ہے' تو اسی موقع پر ہی تو حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے' جو قبیلہ خزرج کے سرداروں میں سے تھے' یہ بات کہی تھی کہ: اِنَّا آمَنَّا بِكَ وَصَدَّقْنَاكَ یعنی حضور! ہم آپؐ پر ایمان لا چکے' آپؐ کی بحیثیت رسول اللہ تصدیق کر چکے' اب کوئی Option ہمارے لئے کہاں رہ گیا ہے؟___ انہوں نے مزید عرض کیا کہ آپؐ ہمیں ساحل کے کنارے کھڑے ہو کر سمندر میں چھلانگ لگانے کا حکم دیجئے' ہم تعمیل کریں گے___ آپؐ ہمیں برک الغماد تک (جو یمن کا ایک دور دراز علاقہ ہے) چلنے کا حکم دیجئے' ہم چلیں گے' چاہے ہماری اونٹنیاں

لاغر ہو جائیں ـــــ لیکن اس کے باوجود مختلف مراحل پر آپؐ نے بیعتیں کیوں لیں؟ ـــــ اس سوال کے جواب کو اس وضاحت سے سمجھئے جو میں پہلے پیش کر چکا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اس پر قادر تھا کہ عرب میں انقلاب بھی آ جاتا اور اپنے محبوب ﷺ کے پائے مبارک میں ایک کانٹا بھی نہ چبھتا۔ اللہ نے ایسا نہیں کیا ـــــ کیوں نہیں کیا؟ اس لئے نہیں کیا کہ نبی اکرم ﷺ کی اسلامی انقلاب کی انسانی سطح پر جدوجہد ہمارے لئے نمونہ بنے۔ اسی طرح صحابہ کرام ﷺ سے حضور ﷺ کو کسی بھی موقع پر بیعت لینے کی کوئی ضرورت نہیں تھی ـــــ لیکن بایں ہمہ آپؐ نے بیعتیں لیں تا کہ امت کو معلوم ہو جائے کہ اسلامی نظم جماعت کی بنیاد بیعت ہے۔

حدیبیہ کے موقع پر جب حضرت عثمان ﷺ کی شہادت کی خبر پہنچتی ہے تو نبی اکرم ﷺ صحابہ کرام ﷺ کو دعوت دیتے ہیں کہ کون عثمانؓ کے خون کا قصاص لینے کے لئے میرے ہاتھ پر سرفروشی کی بیعت کرتا ہے! اس پکار پر چودہ سو جان نثار صحابہ کرامؓ لبیک کہتے ہیں۔ وہ تو حضرت عثمانؓ کی شہادت کی خبر ہی غلط نکلی ورنہ صحابہ کرامؓ نے تو جان فروشی کے لئے خود کو پیش کر ہی دیا تھا۔ اسی بیعت کا نام ''بیعت رضوان'' ہے، جس کا ذکر سورۃ الفتح میں بڑے مہتم بالشان طریقے سے دو جگہ آیا ہے۔ آیت نمبر ۱۰ میں فرمایا:

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ ط يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ ج﴾

''(اے نبیؐ) جو لوگ آپ سے بیعت کر رہے تھے، وہ دراصل اللہ سے بیعت کر رہے تھے، ان کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ تھا''۔

آگے آیت نمبر ۱۸ میں ان بیعت کرنے والوں کو بایں الفاظ بشارت دی جاتی ہے:

﴿لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ وَاَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيْبًا﴾

''اللہ ان مومنوں سے راضی ہو گیا جب وہ درخت کے نیچے (اے نبی!) آپ سے بیعت کر رہے تھے۔ اللہ کو ان کے دلوں کا حال معلوم تھا۔ اسی لئے اس نے ان پر سکینت نازل فرمائی اور ان کو قریبی فتح بخشی''۔

بیعت عقبہ ثانیہ ہو رہی ہے کہ آپ سے عرض کیا جاتا ہے کہ حضور آپ مدینہ تشریف لے آیئے' ہم آپ کی اس طرح حفاظت کریں گے جیسے اپنے بال بچوں کی کرتے ہیں۔ بیعت کرنے والے وہ ہیں جو پہلے ہی سے ایمان لا چکے ہیں—— قول و قرار کے لئے بیعت ہو رہی ہے—— معاہدے ہو رہے ہیں۔ احادیث میں مختلف بیعتوں کا ذکر ہے۔ میں یہاں صرف ایک حدیث بیان کر رہا ہوں جس کے راوی حضرت عبداللہ بن عمر ﷺ ہیں اور جسے امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ اپنی اپنی ''صحیح'' میں لائے ہیں۔ گویا یہ حدیث متفق علیہ ہے جو حدیث کا سب سے بلند مقام و مرتبہ ہے۔

حدیث کے الفاظ ہیں:

عَنِ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ :كُنَّا اِذَا بَايَعْنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى السَّمْعِ وَالطَّاعَةِ يَقُوْلُ لَنَا :((فِيْمَا اسْتَطَعْتُمْ))

''ابن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ ہم جب رسول اللہ ﷺ سے سمع و طاعت کی بیعت کرتے تو آپؐ فرماتے کہ ''جس چیز کی تم طاقت رکھو۔''

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ صحابہ کرام ﷺ سے مختلف اوقات میں مختلف کاموں کے لئے بیعت لیا کرتے تھے۔

بیعت کا یہ نظام جو ہمیں تعلیم دیا گیا ہے یہ درحقیقت اس تنظیم کی اساس و بنیاد ہے کہ جو اس کام کو کرنے کے لئے منظم ہو جو نبی اکرم ﷺ امت کے حوالے کر گئے ہیں۔ یعنی عالمی سطح پر انقلابِ محمدیؐ کا بول بالا کرنا۔ اس کام کے لئے طریق تنظیم یہ بیعت کا نظام ہے۔ کوئی اللہ کا بندہ جب آگے آئے اور پکارے کہ ''مَنْ اَنْصَارِیْ اِلَی اللّٰهِ'' تو آپ اس کے ہاتھ میں ہاتھ دیں اور سمع و طاعت کی بیعت کریں۔ فرق یہ ہوگا کہ نبی اکرم ﷺ سے جو بیعت کی جاتی تھی' وہ مطلق ہوتی تھی کہ جو حکم آپؐ دیں گے وہ واجب الاطاعت ہوگا۔ اس لئے کہ ؏ گفتۂ او گفتۂ اللہ بود۔ ان کا فرمان اللہ کا فرمایا ہوا تھا۔ اور ﴿مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ﴾ ''جس نے رسولؐ کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی''۔ اب جو بیعت ہوگی' وہ مشروط ہوگی۔ یہ

اطاعت ''فی المعروف'' کی شرط کے ساتھ مشروط ہو گی۔ پس نبی اکرم ﷺ کا تیسرا اسوہ ہے کسی تنظیم کے قیام کے لئے نظامِ بیعت۔

احیائے دین اور اقامت دین کی جدوجہد کے لئے دستوری تنظیموں اور الیکشنوں کے ذریعے قائم ہونے والی تنظیموں اور امیر اور شوریٰ یا انتظامیہ کے لئے دو سال یا پانچ سال کے بعد الیکشن اور ان کے درمیان فرائض و اختیارات اور حقوق کا توازن قائم کرنے کے طریقہ کار کو میں کفر یا قطعی طور پر خلافِ اسلام نہیں کہتا' لیکن پورے شرحِ صدر کے ساتھ یہ ضرور کہتا ہوں کہ یہ طریقِ تنظیم اسوۂ رسول کے مطابق نہیں ہے۔ میں پھر عرض کر رہا ہوں کہ نبی اکرم ﷺ کو تو بیعت لینے کی احتیاج ہی نہ تھی۔ حضورؐ نے مختلف اوقات میں جو بیعتیں لیں وہ میرے نزدیک اس لئے تھیں کہ آئندہ کے لئے ہمیں روشنی ملے اور حضور ﷺ کا طرزِ عمل ہمارے لئے اُسوہ بنے۔ لہٰذا حضرت ابوبکرؓ کی خلافت کا نصب ہو رہا ہے تو بیعت کی بنیاد پر۔ حضرت عمر فاروقؓ کا ہو رہا ہے تو بیعت سے۔ حضرت عثمان غنیؓ کا ہو رہا ہے تو بیعت پر۔ حضرت علیؓ کا نصب خلافت بھی بیعت کی بنیاد پر ہوا ہے۔ اس کے بعد بیعتیں تقسیم ہو گئیں۔ یہاں تک تو بیعت ایک تھی۔ وہ دینی بیعت بھی' سیاسی بیعت بھی اور انتظامی بیعت بھی تھی' لیکن خلافت راشدہ کے بعد یہ وحدت ختم ہو گئی۔ اس دور میں نظامِ حکومت کا عنوان تو خلافت ہی رہا لیکن اصلاً وہ ملوکیت میں تبدیل ہو گیا اور خلفاء تقویٰ کے لحاظ سے اس معیار مطلوب کے مطابق نہ رہے جو خلفائے راشدین میں نظر آتا تھا' لہٰذا بیعت دو حصوں میں تقسیم ہو گئی۔ چنانچہ ایک سیاسی بیعت یعنی خلیفہ وقت کی اطاعت کے لئے ہوتی تھی جو بتدریج ایک معروف کا درجہ حاصل کر گئی جو دورِ بنی اُمیہ' بنو عباس اور دورِ عثمانیہ تک ہمیں کسی نہ کسی صورت میں نظر آتی ہے ـــــ اور دوسری بیعت ''بیعت ارشاد'' کسی بزرگ' خدا ترس' متقی' متدین مزکی و مربی اور مرشد کے ہاتھ پر ہونے لگی۔ پھر اس بیعت ارشاد کے بھی کئی سلاسل وجود میں آ گئے۔ جیسے فقہی مسائل میں چار مسالک فقہ مشہور ہوئے اسی طرح انفرادی رشد و ہدایت اور تزکیہ و تربیت نفس کے لئے بھی چار سلاسل مشہور ہیں۔

اس بات کو بھی سمجھ لیجئے کہ یہ دو بیعتیں اُس وقت تک رائج رہیں جب تک شریعت اور قانونِ اسلام کا ڈھانچہ قائم (intact) رہا۔ تا آنکہ وہ دور شروع ہوا جب ایک طرف وحدتِ ملی پارہ پارہ ہوئی اور دوسری طرف متعدد مسلم ممالک براہ راست سیاسی طور پر مغربی استعمار کے استیلاء کے پنجے میں گرفتار ہو کر سیاسی طور پر غلامی سے دوچار ہوئے اور ہمارے دین کا برائے نام ڈھانچہ بھی برقرار نہ رہا اور پوری عمارت زمین بوس ہو گئی۔ شریعت اور اسلامی قانون مختلف ممالک میں مختلف ادوار میں منسوخ کر دیا گیا اور قاضیوں کی عدالتیں برطرف کر دی گئیں۔ ان حالات میں تجدید و احیائے دین کی تحریکیں اور تنظیمیں ابھرنے لگیں —— اور پھر ہمیں نظر آتا ہے کہ یہ دونوں بیعتیں یکجا جمع ہو گئیں۔ سوڈان میں مہدی سوڈانی ابھرے۔ طرابلس (موجودہ لیبیا) میں سنوسی تحریک اور نجد میں محمد بن عبدالوہابؒ کی تحریک اٹھی (جو وہابی تحریک کے نام سے مشہور ہے)۔ یہ تمام تحریکیں بیعت کے نظام پر سمع و طاعت اور ہجرت و جہاد کے لئے بپا ہوئیں۔ اس طرح ہمیں ان تحریکوں میں اس سنتِ بیعت کی تجدید نظر آتی ہے۔

سید احمد بریلویؒ کی تحریک میں عجب شان نظر آتی ہے۔ وہ مسلک کے اعتبار سے حنفی ہیں، مستند عالمِ دین بھی نہیں، لیکن ان کے ہاتھ پر بیعت کرنے والوں میں امام الہند شاہ ولی اللہ دہلویؒ کے خانوادے کے چشم و چراغ شاہ اسمٰعیل شہیدؒ بھی شامل ہیں، جو اہل حدیث ہیں۔ آج برعظیم پاک و ہند میں جو اہل حدیثیت ہمیں نظر آتی ہے وہ کُل کی کُل ان ہی کی مساعی کا ظہور ہے۔ لیکن وہ بیعت جہاد ایک حنفی کے ہاتھ پر کر رہے ہیں۔ سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے پہلے بیعت ارشاد لی، پھر بیعتِ جہاد لی۔ اس طرح ایک ہی شخصیت میں دونوں بیعتیں جمع ہو گئیں۔ یہ تو بیسویں صدی میں مغرب کے سیاسی استیلاء کے ساتھ ذہنی مرعوبیت کے پیشِ نظر دستوری اور قانونی تنظیمیں قائم ہونی شروع ہو گئیں، ورنہ اس سے قبل اس قسم کی کسی تنظیم اور جماعت کی تشکیل کا کوئی سراغ ہمیں اپنی تاریخ میں نہیں ملتا۔ صحابہؓ و تابعین کے دور میں صدارتی نظام کہیں نظر نہیں آتا کہ اتنے سال کے بعد صدر ہٹ جائے اور پھر دوبارہ انتخاب ہو۔ وہاں تو یہ نظر آتا ہے کہ جس

کے ہاتھ پر بیعت ہوتی تھی وہ تاحینِ حیات ہوتی تھی۔ آپ کو ایک مقصد پورا کرنا ہے' جب امیر وہ مقصد پورا کر رہا ہے تو آخر کس دلیل سے آپ اس کو الیکشن کے ذریعے بدلنا چاہیں گے؟ ہاں اگر وہ مقصد سے ہٹ گیا ہے تو آپ اپنا راستہ علیحدہ کر لیں' بیعت فسخ کریں اور اپنے طور پر کام شروع کریں۔ کوئی اور ایسا نظر آئے جس پر اطمینان ہو کہ وہ بہتر کام کر رہا ہے تو اس کے ہاتھ پر بیعت کر لیں۔ حاصل بحث یہ ہے کہ تجدید و احیائے دین کے لئے کام کرنے کا جو طریقہ سنت نبویؐ اور تعامل سلف صالحین سے ثابت ہے وہ بیعت کا نظام ہے۔ اس کے علاوہ جو طریقے اختیار کئے جاتے ہیں' وہ اسوۂ رسول اور سنت سے ہٹے ہوئے ہیں۔

یہ باتیں کہتے ہوئے دل روتا ہے کہ اس وقت ہمارا حال یہ ہے کہ جس طرح ہمارے ہاں ''وعظ'' گالی بن گیا ہے جو قرآن کی اصطلاح ہے' اسی طرح ''بیعت'' کے ساتھ' جو خالصتاً قرآن و سنت کی اصطلاح ہے' ذہن میں فوراً دکانداری کا تصور آتا ہے۔ قبے' عمامے' جبے اور ایک خاص اندازِ نشست و برخاست اور ایک خاص اندازِ گفتار کے ساتھ کسی شخصیت کا نقشہ ذہن میں اُبھرتا ہے' جن کے ہاتھ مریدین کا ایک حلقۂ خدام ادب کی حیثیت سے موجود ہوتا ہے۔ اس کے سوا کچھ نہیں۔ اگر بہت ہو گا تو یہ کہ کچھ ذکر کے حلقے ہو جائیں گے۔ اللہ اللہ خیر صلا ——— اس سے آگے ان کی کوئی دعوت نہیں۔ اس طرح ہم نے اس بیعت کو بھی بدنام کر کے رکھ دیا ہے ——— ہم نے کس چیز کو بدنام نہیں کیا ہے؟ بقول اقبال

یہی شیخِ حرم ہے جو چرا کر بیچ کھاتا ہے
گلیمِ بوذرؓ و دلقِ اویسؒ و چادرِ زہراؓ

ہم نے ہر چیز بیچ کھائی ہے۔ دکان دار ہم ہیں۔ بدنام ہم نے دین کو کیا ہے ——— حج اور عمرے کے مواقع پر اسمگلنگ ہم کرتے ہیں لیکن بدنام حج ہوتا ہے۔ صوم و صلوٰۃ کے ساتھ سودی لین دین' بلیک مارکیٹنگ' ذخیرہ اندوزی' ملاوٹ اور بہت سی بدمعاملگیاں ہم کرتے ہیں اور بدنام دین ہوتا ہے ——— لیکن بایں ہمہ اگر ہم چاہتے ہیں اسوۂ رسول

کی پیروی کریں تو بیعت خواہ کتنی ہی بدنام ہو چکی ہو ہمیں تو اسی پر چلنا ہے۔ اگر وعظ گالی بن گیا ہے تو بنا کرے' ہمارے لئے تو قرآن ہی وعظ ہے۔ ازروئے الفاظ قرآنی: ﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَتْكُمْ مَوْعِظَةٌ مِنْ رَبِّكُمْ وَشِفَاءٌ لِمَا فِي الصُّدُورِ وَهُدًى وَرَحْمَةٌ لِلْمُؤْمِنِينَ﴾ —— لٹریچروں سے دعوتیں چلتی ہوں تو چلا کریں' ہمارا لٹریچر تو قرآن ہے۔ اسی کو پڑھو اور پڑھاؤ۔ اسی کو سمجھو اور سمجھاؤ۔ اسی کی شرح و وضاحت کرو' تحریر سے بھی' تقریر سے بھی۔ ہر ایک کی اساس قرآن ہو۔ بمصداقِ ارشادِ ربانی: ﴿ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ ﴾ اور بموجب فرمانِ نبوی: ((بَلِّغُوا عَنِّي وَلَوْ آيَةً))

آپ حضرات بخوبی واقف ہیں کہ میں قرآن حکیم کا ادنیٰ طالب علم ہوں۔ قرآن مجید اور سیرتِ مطہرہ پر غور و فکر کے نتیجے میں جو بات مجھ پر منکشف ہوئی ہے اس پر الحمد للہ عمل بھی شروع کر دیا ہے۔ وہ یہ کہ اقامتِ دین کی جدوجہد کوئی اضافی نیکی نہیں بلکہ میرا اور ہر مسلمان کا فرض عین ہے —— اس کے لئے تنظیم کا قیام لازم ہے اور اس تنظیم کی ہیئت تشکیلی بیعت کے نظام پر ہونی عین سنت کا تقاضا ہے۔ میں اگر محض درس قرآن ہی دیتا رہتا اور سیرتِ مطہرہ کا بیان ہی کرتا رہتا لیکن قرآن حکیم اور سیرتِ مبارکہ سے جو پیغام اور تعلیم مجھے ملتی' اس پر عمل پیرا ہونے کی کوشش نہ کرتا تو مجھ سے بڑا دھوکے باز کوئی اور نہ ہوتا۔ میں درس قرآن' سیرتِ مطہرہ کے بیان اور وعظ کہنے کی حیثیت سے بہت مشہور (Popular) ہو گیا ہوں۔ تحدیثِ نعمت کے طور پر عرض کر رہا ہوں کہ میرے درسِ قرآن کو پاکستان ہی میں نہیں بہت سے بیرونی ممالک میں بھی انتہائی قبول عام حاصل ہوا ہے۔ میں یہی کام کرتا رہتا اور کبھی عمل کی دعوت نہ دیتا تو میرا خیال ہے کہ اس وقت اگر یہاں چار پانچ سو کی حاضری ہے تو ایسی صورت میں یہ حاضری ہزاروں سے متجاوز ہوتی۔ اس لئے کہ ہمارے ہاں صرف ''سننے'' کا انتہائی ذوق و شوق ہے۔ ہم سُنّی ہیں اور خالص ''سُنّی'' ہیں۔ یہ جو بار بار عمل کی دعوت دی جاتی ہے اور غلط کاموں پر جو ڈانٹ پڑتی ہے' اسے آدمی ایک دفعہ سن لے گا' دو مرتبہ سن لے گا' بار بار کون سنے

آئے گا؟ میرے چند قریبی واقف کار میرے پیچھے جمعہ پڑھنا چھوڑ گئے۔ انہوں نے مجھ سے صاف گوئی سے کام لیتے ہوئے کہا کہ تمہاری تقریر بہت سخت ہوتی ہے۔ تم کاروبار میں سود کی آمیزش پر قرآن و حدیث کے حوالے سے تنقیدیں کرتے ہو اور وعیدیں سناتے ہو۔ تم متعدد غیر اسلامی معتقدات اور رسوم و رواج پر شدید گرفت اور نکیر کرتے ہو۔ ہم جس معاشرے میں رہ رہے ہیں اور جن حالات سے گزر رہے ہیں' ان میں ان کا ترک کرنا ہمارے لئے مشکل ہی نہیں محال ہے۔ تمہاری تقریریں سن کر ہمارا ضمیر ملامت گر ہمیں سرزنش کرتا ہے۔ اس کشمکش سے بچنے کے لئے ہم نے تمہارے پیچھے جمعہ پڑھنا اور تمہارے درس میں شریک ہونا ہی چھوڑ دیا ہے۔ اگر مجھے صرف درس قرآن اور محض علمی نکات ہی کو بیان کرنا ہوتا تو موجودہ حاضری سے دس گنا زیادہ حاضری ہو سکتی تھی۔ لیکن میں قرآن کا عملی پیغام پیش کرتا ہوں' صرف علمی نکات پیش کرنا اور اس میدان میں موشگافیاں کرنا ذہنی عیاشی بن جائے گی۔ میرا قلب و ذہن مجھ سے پوچھتا ہے کہ اگر تم نے صرف یہی کچھ کیا تو اللہ کے ہاں کیا جواب دو گے؟ تم نے سب کچھ ہضم کر لیا ہے' اگر اس قرآن کو بھی ہضم کر گئے تو ﴿فَبِاَیِّ حَدِیْثٍۢ بَعْدَهٗ یُؤْمِنُوْنَ۝﴾ (المرسلٰت) ''پس اس کے بعد کون سی بات ہے جس پر تم ایمان لاؤ گے؟''۔

خلاصۂ بحث

یہ چند باتیں بطورِ جملہ ہائے معترضہ درمیان میں آ گئیں۔ اب خوب توجہ سے میری آج کی تقریر کا خلاصہ پھر سن لیجئے۔ میں پہلے بھی عرض کر چکا ہوں کہ میں نے اپنے فہم کی حد تک قرآن کا جو پیغام سمجھا ہے' وہی پیغام ہمیں احادیث میں ملتا ہے اور وہی پیغام ہمیں سیرتِ مطہرہ سے ملتا ہے ــــ اسی بات کو میں نے آج اسوۂ حسنہ کے حوالے سے آپ کے سامنے رکھا ہے ــــ اور وہ اُسوۂ حسنہ یہ ہے:

محمد رسول اللہ ﷺ کی دعوت ایمان باللہ' ایمان بالآخرۃ اور ایمان بالرسالت کسی تبلیغی' رفاہی' اصلاحی' علمی و تحقیقی اور سیاسی نوعیت کی نہیں تھی' بلکہ خالص انقلابی نوعیت

کی دعوت تھی۔ یہ تمام کام اس میں بطور اجزاء شامل تھے۔ چنانچہ اس دعوت کے نتیجے میں جو انقلابِ عظیم دنیا میں برپا ہوا' اس سے پوری انسانی زندگی میں تبدیلی رونما ہوئی۔ عقائد و نظریات' سیرت و کردار' نظامِ حکومت و سیاست' علوم و فنون' قانون و اخلاق' تہذیب و تمدن اور معاشرت و معیشت' الغرض حیاتِ انسانی کا کوئی گوشہ بھی بدلے بغیر نہ رہا۔

یہ انقلابی جدوجہد خالص انسانی سطح (Human Level) پر قدم بقدم چل کر کی گئی اور ایک انقلابی جدوجہد کو جن مراحل سے گزرنا پڑتا ہے' وہ سب مراحل نبی اکرم ﷺ کی اس انقلابی دعوت کو بھی پیش آئے ــــ اللہ کی نصرت و تائید بھی حاصل ہوئی لیکن اُس وقت جب نبی اکرم ﷺ اور آپ کے جان نثار صحابہ کرام ؓ نے اپنی امکانی حد تک اس جدوجہد میں مثالی قربانی اور ایثار پیش کیا۔

آپؐ کی جدوجہد جن مراحل سے گزری ان کو دو دو الفاظ کے جوڑوں کے ساتھ میں نے تین حصوں میں منقسم کر کے قدرے تفصیل کے ساتھ آپ کے سامنے پیش کیا ہے۔

☆ پہلا مرحلہ: دعوت و تربیت

☆ دوسرا مرحلہ: تنظیم و ہجرت

☆ تیسرا مرحلہ: جہاد و قتال

اس مختصر وقت میں' میں نے کوشش کی ہے کہ دعوت و تربیت اور تنظیم و ہجرت کے ضمن میں ضروری نکات آپ کے سامنے پیش کر دوں۔ دعوت و تربیت کے مرحلے کے متعلق میں نے آپ کے سامنے چند اہم نکات اسوۂ حسنہ کی روشنی میں بیان کر دیئے ہیں۔ دعوتِ ایمان قبول کرنے والوں کی تنظیم تو آپ سے آپ ہو جاتی تھی' کیونکہ جناب محمد رسول اللہ ﷺ کی تصدیق اور آپ کو رسول اللہ تسلیم کرنے کا لازمی تقاضا تھا کہ تمام اہل ایمان' ایک تنظیم' ایک جماعت اور ایک اُمت بن جائیں اور اللہ اور اس کے رسول کے احکام کی بے چون و چرا تسلیم و رضا کی کیفیات کے ساتھ پیروی کریں۔ پھر ہجرت تو تنظیم کے ساتھ جڑی ہوئی ہے۔ کچھ اختیار کرو گے تو کچھ ترک بھی کرنا پڑے

گا۔ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرنی ہے تو ہر اُس چیز کو چھوڑنا ہوگا جو اللہ اور اس کے رسول کو ناپسند ہے۔ کسی سے جڑو گے تو کسی سے کٹو گے بھی۔ سیدھی سیدھی بات ہے۔ دین پر عمل کرنے کے باعث آج اپنے دوست سے کٹے تو کل اپنے بھائی سے کٹو گے۔ ہوسکتا ہے کہ بیوی سے بھی کٹنا پڑ جائے۔ ہوسکتا ہے وہ وقت بھی آ جائے کہ ہر ایک چیز سے کٹنا پڑ جائے۔ تو جو لوگ اللہ اور اس کے رسول پر پختہ یقین رکھتے ہیں' وہ کٹ جایا کرتے ہیں۔ وہ گھر بار کو حتیٰ کہ وطن کو بھی چھوڑ کر ایسے نکل جاتے ہیں جیسے جانتے ہی نہیں تھے کہ یہ ہمارا وطن تھا۔ لیکن جو کسی اصول کی خاطر ایک دوست اور ایک بھائی سے نہ کٹ سکا وہ اللہ اور اس کے دین کے لئے اپنا وطن کیسے چھوڑ دے گا؟ جو ایک پیسے میں امین ثابت نہ ہوکیا وہ لاکھ روپے میں امین ثابت ہوگا؟ جو چھوٹا سا وعدہ پورا نہ کر سکے' وہ بڑے بڑے وعدے پورے کرے گا؟ یہ باتیں ناممکنات میں سے ہیں ـــــ ہجرت تنظیم کے ساتھ بطور ضمیمہ منسلک ہے۔

پھر جہاد ہے۔ ''جہاد'' دراصل اس جدوجہد کا نام ہے جس میں ایک بندۂ مؤمن باطن میں اپنے نفس سے اس کو اللہ اور رسول کا مطیع و فرمانبردار بنانے کے لئے کشمکش کرتا ہے' اور ظاہر میں دعوتِ حق کی تبلیغ کے لئے بھاگ دوڑ' سعی و کوشش اور اس کے قیام کے لئے محنت و مشقت بھی اسی جہاد میں شامل ہوتی ہے ـــــ پھر قتال ہے۔ جب بھی اس کا مرحلہ آ جائے تو ایک بندۂ مومن اس کے لئے تیار بھی رہے اور اس کی تمنا کی دل میں پرورش بھی کرتا رہے۔ حضور ﷺ کا ارشاد ہے: ''جس شخص نے نہ تو اللہ کے راستے میں جنگ کی اور نہ ہی اس کے دل میں اس کی تمنا پیدا ہوئی اس کی موت ایک نوع کے نفاق پر واقع ہوئی''۔

اہل ایمان سے مطلوب رویہ

سورۃ الاحزاب میں زیر درس آیت ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾ کے بعد کی دو آیات یہ ہیں:

﴿وَلَمَّا رَاَ الْمُؤْمِنُوْنَ الْاَحْزَابَ قَالُوْا هٰذَا مَا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَصَدَقَ

اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ ؗ وَمَا زَادَهُمْ اِلَّآ اِيْمَانًا وَّتَسْلِيْمًا ۝ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ ؗ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا ۝﴾ (آیات ۲۲'۲۳)

''اور سچے مومنوں کا حال یہ تھا کہ جب انہوں نے (غزوۂ احزاب کے موقع پر) حملہ آور لشکروں کو دیکھا تو پکار اُٹھے کہ یہ وہی چیز ہے جس کا اللہ اور اس کے رسولؐ نے ہم سے وعدہ کیا تھا[1] اور اللہ اور اس کے رسولؐ کی بات سچی تھی۔ اس واقعہ نے ان کے ایمان اور سپردگی کو اور زیادہ بڑھا دیا۔ ایمان لانے والوں میں ایسے لوگ موجود ہیں جنہوں نے اللہ سے کئے ہوئے وعدے کو سچ کر دکھایا ہے (یعنی وہ صبر و ثبات سے ڈٹے بھی رہے) اور ان میں سے کوئی اپنی نذر پوری کر چکا (یعنی اللہ کی راہ میں اپنی جان کا نذرانہ پیش کر چکا) اور کوئی اپنی باری آنے کا منتظر ہے۔ اور انہوں نے اپنے رویئے میں کوئی تبدیلی نہیں کی''۔

اس آیت میں ''وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ'' خاص طور پر قابل توجہ ہے۔ ایک مؤمن کے ایمان کا تقاضا ہے کہ وہ بڑے ذوق و شوق اور اشتیاق کے ساتھ اس بات کا منتظر رہے کہ کب وہ وقت آئے کہ وہ اللہ کی راہ میں گردن کٹا کر سرخرو ہو۔ اس لئے کہ سورۃ التوبۃ کی آیت نمبر ۱۱۱ کی رو سے اہل ایمان اللہ سے سودا کر چکے ہیں اور جنت کے عوض اپنا مال اور اپنی جان اس کے ہاتھ بیچ چکے ہیں:

﴿اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ؕ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيَقْتُلُوْنَ وَيُقْتَلُوْنَ ۫ وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ وَالْقُرْاٰنِ ؕ وَمَنْ اَوْفٰى بِعَهْدِهٖ مِنَ اللّٰهِ فَاسْتَبْشِرُوْا بِبَيْعِكُمُ الَّذِيْ بَايَعْتُمْ بِهٖ ؕ وَذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝﴾ (التوبۃ:۱۱۱)

''یقیناً اللہ نے مؤمنوں سے ان کی جانیں اور ان کے مال جنت کے عوض خرید لئے ہیں۔ وہ اللہ کی راہ میں جنگ کرتے ہیں' پھر قتل کرتے ہیں اور قتل ہوتے ہیں۔ اللہ کی طرف سے ان کے اس طرز عمل پر پختہ وعدہ ہے تورات میں بھی' انجیل میں بھی اور قرآن میں بھی۔ اور کون ہے جو اللہ سے بڑھ کر اپنے عہد کو

(۱) اشارہ ہے سورۃ البقرۃ کی آیت ۱۵۵ کی طرف

پورا کرنے والا ہو! پس خوشیاں مناؤ اپنے اس سودے پر جو تم نے اللہ کے ساتھ چکا لیا ہے۔ یہی سب سے بڑی کامیابی ہے۔''

آپ نے ملاحظہ کیا کہ اس آیت شریفہ میں لفظ ''بیع'' جس سے ''بیعت'' بنا ہے پوری جامعیت کے ساتھ قول وقرار اور عہد و پیمان کے لئے استعمال ہوا ہے۔ اس آیت کی رو سے مؤمنین تو اپنے مال اور اپنی جان اللہ کے ہاتھ بیچ چکے۔ اب جب بھی یہ مرحلہ آئے تو وہ اپنی جان ہتھیلی پر رکھ کر اللہ کی یہ امانت اسے لوٹانے کے لئے میدانِ کارزار میں نکلیں گے۔ لیکن اس کے متعلق کوئی کچھ نہیں کہہ سکتا کہ یہ مرحلہ کب آئے گا۔ آگے کے مراحل کے بارے میں کوئی کچھ نہیں کہہ سکتا۔ کچھ پتہ نہیں کہ کب کیا مرحلہ آ جائے اور کیا صورت حال پیدا ہو جائے! یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ایک شخص دعوت دیتا رہے اور اسی میں اس کی زندگی تمام ہو جائے اور اس کو ایک ساتھی بھی نہ ملے۔ نبیوں کے باب میں بھی ایسا ہوا ہے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی جگہ تمکن عطا فرما دے۔ اس کا دارومدار ہماری سوچ پر نہیں ہے۔ جیسا کہ میں بیان کر چکا ہوں کہ نبی اکرم ﷺ تو مکہ سے مایوس ہو کر طائف تشریف لے گئے تھے۔ مدینہ کی کھڑکی تو اللہ نے خود کھولی۔ مکہ میں اہل یثرب کے چھ اشخاص ایمان لے آئے۔ اگلے سال بارہ آدمی آ گئے اور اس سے اگلے سال پچھتر آ گئے اور بیعت عقبہ ثانیہ منعقد ہوئی۔ پھر نبی اکرم ﷺ کے قدم مبارک ابھی وہاں پہنچے بھی نہیں تھے کہ مدینہ کو دارالہجرت بننے کی سعادت حاصل ہو گئی اور وہاں حضور ﷺ کی تشریف آوری کا بڑے اشتیاق کے ساتھ انتظار ہونے لگا اور استقبال کی تیاریاں ہونے لگیں۔ جبکہ مکہ جہاں حضور ﷺ بہ نفس نفیس تیرہ برس سے دعوت دے رہے ہیں، وہ خون کا پیاسا بنا ہوا ہے۔ کون سے حساب کتاب میں یہ چیز آتی ہے؟ یہ مشیت الٰہی ہے۔ آگے کے مراحل کے بارے میں کوئی لال بجھکو بن کر کہے کہ یوں ہو گا تو اس کی بات درخورِ اعتناء نہیں ہو گی۔ ہم اُسوۂ رسول ﷺ کے راستے پر چلنے کی کوشش کریں گے۔ اگر اخلاص ہمارے شامل حال رہا تو اس راہ میں پوری زندگی کھپا کر یا سر کٹا کر دُنیوی اعتبار سے ناکام ہو جانا بھی ہمارے لئے کامیابی ہے، اور کامیاب

ہو گئے تو پھر تو کامیاب ہیں ہی۔ اسی کو قرآن ''اِحْدَى الْحُسْنَيَيْنِ'' سے تعبیر کرتا ہے۔ اس راہ میں آخرت کے اعتبار سے ناکامی کا کوئی سوال ہی نہیں۔ بالاکوٹ کے میدان میں راہِ حق میں سر کٹانے والے کیا ناکام ہوئے؟ ہرگز نہیں!۔ ان کی کامیابی پر تو فرشتے رشک کرتے ہوں گے۔ وہ تو شہادت کے مرتبے پر فائز ہیں' جو انبیاء اور صدیقین کے بعد آخرت میں سب سے اعلیٰ مقام ہے۔

ہم نے اسوۂ رسول ﷺ کی روشنی میں ''تنظیم اسلامی'' سمع و طاعت کی بیعت کی بنیاد پر بنائی ہے۔ اگرچہ ہم بہت کچے ہیں' تعداد کے لحاظ سے بھی قافلہ بہت ہی چھوٹا ہے اور اب تک جو ساتھی ملے ہیں وہ معیارِ مطلوب سے بہت نیچے ہیں۔ لیکن میں اس پر بھی اللہ کا شکر ادا کرتا ہوں۔ اس معاشرے میں سے مجھے جو ساتھی ملے ہیں وہ بھی غنیمت ہیں۔ میں اللہ کے ہاں اپنا جواب تیار کر رہا ہوں کہ اے میرے رب! میں نے کچھ اور نہیں کیا۔ مجھے تو نے جو صلاحیت' طاقت' توانائی اور استعداد عطا فرمائی تھی میں نے اسے تیری کتاب مبین کے پیغام اور اسوۂ رسول ﷺ کی طرف دعوت دینے میں لگایا اور کھپایا ہے۔ میں نے مداہنت نہیں کی ع میں زہر ہلاہل کو کبھی کہہ نہ سکا قند!۔ میں نے کبھی اس کی پرواہ نہیں کی کہ یہ کہوں گا تو اہل حدیث ناراض ہو جائیں گے اور وہ کہوں گا تو احناف مجھ سے خفا ہو جائیں گے یا لوگ میرے دروس و خطابات میں آنا چھوڑ دیں گے۔ میں نے جس بات کو قرآن و سنت کے مطابق حق سمجھا ہے اسے ڈنکے کی چوٹ کہا ہے' برملا کہا ہے' بغیر خوفِ لَوْمَةَ لَائِمٍ کہا ہے' صرف اللہ کے خوف اور اس بات کو پیش نظر رکھنے کی شعوری کوشش کرتے ہوئے کہا ہے کہ: ﴿مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ إِلَّا لَدَيْهِ رَقِيبٌ عَتِيدٌ ۞﴾ (ق:۱۸) ''کوئی لفظ اس کی زبان سے نہیں نکلتا جسے محفوظ کرنے کے لئے ایک حاضر باش نگران نہ ہو''۔ اور آج میں نے اسوۂ رسولؐ کے حوالے سے اپنی استعداد کی حد تک ساری بات آپ کے سامنے رکھ دی ہے۔ اب آپ سوچئے کہ آپ کس مقام پر کھڑے ہیں؟ فیصلہ آپ کا ہے۔ ذمہ داری آپ کی ہے۔ جواب دہی آپ کو کرنی ہے۔ بات پوری سامنے آ چکی ہے۔ لیکن اگر کوئی تنظیم اسلامی

کی دعوت کو مزید سمجھنا چاہتا ہو تو میں اس کو دعوت دوں گا کہ وہ تنظیم کے کتابچوں کا مطالعہ کر لے' پھر فیصلہ کرے۔ میں آپ کو یہ حدیث نبویؐ سنا چکا ہوں کہ: ((اَنَا آمُرُکُمْ بِخَمْسٍ: بِالْجَمَاعَةِ وَالسَّمْعِ وَالطَّاعَةِ وَالْهِجْرَةِ وَالْجِهَادِ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ)) ''میں تمہیں پانچ باتوں کا حکم دیتا ہوں: جماعت کا اور سمع وطاعت کا اور اللہ کی راہ میں ہجرت اور جہاد کا'' ـــــ چنانچہ جماعت کے بغیر زندگی بسر کرنا خلافِ سنت زندگی ہے۔ کوئی اپنی جگہ بڑے سے بڑا سنت کا پرچارک بنا ہوا ہو اور خود کو متبع سنت سمجھتا ہو' اگر وہ نظم جماعت کے بغیر زندگی بسر کر رہا ہے تو اس کی پوری زندگی خلافِ سنت ہے۔ اسی لئے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا تھا کہ لَا اِسْلَامَ اِلَّا بِجَمَاعَةٍ۔ رضائے الٰہی اور اسوۂ رسول کی پیروی کے لئے جب تک اپنے آپ کو ایسی جماعت کے حوالے نہ کر دیا جائے جو اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے قائم ہو' زندگی بحیثیت مجموعی سنت کے مطابق نہیں ہو گی اور بات وہی ہو گی جو حضرت مسیح علیہ السلام نے فرمائی تھی کہ مچھر چھانے جائیں گے اور سموچے اونٹ نگلے جائیں گے۔

اسوۂ رسول ﷺ سے میں نے دین کے انقلابی پیغام کے لئے دعوت و تربیت' تنظیم و ہجرت اور جہاد و قتال کے مراحل اور اس کام کے لئے ایک ''تنظیم'' کی ضرورت کے دلائل آپ کے سامنے رکھ دیئے ہیں۔ یہ بات قرآن حکیم سے سمجھنا چاہیں تو تھوڑے سے غور و تدبر کے بعد ان شاء اللہ سورۂ آل عمران کی یہ آیت مبارکہ تنظیم کی دعوت کو سمجھنے کے لئے کفایت کرے گی:

﴿وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ۭ وَاُولٰۗىِٕكَ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝﴾ (آیت ۱۰۴)

''تم میں سے ایک جماعت تو ایسی ضرور ہونی چاہئے جو نیکی کی طرف بلائے' بھلائی کا حکم دے اور برائیوں سے روکتی رہے۔ یہی لوگ فلاح پانے والے ہوں گے۔''

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

دینی اور دُنیوی محبتوں کی کشمکش

تحریر: انجینئر نوید احمد

سورۂ توبہ آیت ۲۴ میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيْرَتُكُمْ وَاَمْوَالُ ٌ اقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ۭ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ۝﴾

''کہہ دیجیے (اے نبی ﷺ) اگر تمہارے باپ دادا اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری بیویاں اور تمہارے رشتہ دار اور وہ مال جو تم نے محنت سے کمائے ہیں اور وہ تجارت جس میں خسارے سے تم ڈرتے ہو اور وہ گھر جو تمہیں پسند ہیں' اگر تمہیں زیادہ محبوب ہیں اللہ سے اور اس کے رسول (ﷺ) سے اور اس کی راہ میں جہاد سے' تو انتظار کرو' یہاں تک کہ لے آئے اللہ اپنا فیصلہ (یعنی تمہاری موت) اور اللہ ایسے نافرمانوں کو ہدایت نہیں دیا کرتا۔''

سورۂ توبہ کی یہ آیت اُن آیات (۷ تا ۲۴) میں شامل ہے جو ۸ھ میں فتح مکہ سے قبل نازل ہوئیں۔ ان آیات کا پس منظر یہ ہے کہ جب ۸ھ میں قریش نے صلح حدیبیہ کو توڑ دیا تو نبی اکرم ﷺ مکہ کی طرف لشکر روانہ کرنے کی تیاری فرمانے لگے۔ اہلِ مکہ کے ساتھ جنگ مہاجرین کے لئے بڑی آزمائش تھی۔ اس موقع پر انہیں اہلِ مکہ میں شامل اپنے رشتہ داروں سے جنگ کرنے کا اندیشہ تھا۔ بعض لوگوں نے اس حوالے سے جنگ سے گریز کی خواہش کا اظہار کیا' جس پر یہ آیات نازل ہوئیں۔

سورۂ توبہ کی اس آیت میں انتہائی سادہ الفاظ اور دو اور دو چار کے انداز میں یہ حقیقت واضح کی گئی کہ ہمیں ہر حال میں اللہ' اس کے رسول ﷺ اور اس کے دین کے لئے محنت کی محبت کو تمام دنیوی محبتوں پر ترجیح دینی چاہیے۔ گویا یہ آیت قرآنِ حکیم کی اس شان کی واضح

مثال ہے کہ:

﴿وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ﴾

(القمر:۱۷'۲۲'۳۲'۴۰)

''ہم نے قرآن کو یاددہانی کے لئے آسان کردیا ہے'تو کوئی ہے جو اِس سے یاددہانی حاصل کرے؟''

آیت کے ابتدائی حصہ میں جن محبوبات ومرغوبات کی فہرست گنوائی گئی ہے ان میں نہایت لطیف نفسیاتی ترتیب ہے۔ پہلے باپ' بیٹے' بھائی' بیوی اور خاندان کو لیا' جن کی محبت یا عصبیت آدمی کے لیے حق کی راہ میں حجاب اور آزمائش بنتی ہے۔ پھر اموال، کاروبار اور مکانات کا ذکر کیا ہے جو مذکورہ بالا متعلقین ہی کے تعلق سے مطلوب ومرغوب ہوتے ہیں۔ ان متعلقین کی ناراضگی کے ڈر سے یا انہیں سہولیات کی فراہمی کے لئے انسان حق سے اعراض کرتا ہے۔ انسان اسبابِ دنیوی کے حصول کے لئے خود کو کھپاتا ہے لیکن ان سے اکثر وبیشتر فائدہ متعلقین ہی اٹھاتے ہیں۔ یہ اسبابِ دنیا انسان کے لیے فتنہ بن جاتے ہیں اگر ان کے ذریعہ انسان متعلقین کی دنیا سنوار رہا ہو' لیکن دین کے تقاضوں اور آخرت کی تیاری سے غفلت برت رہا ہو۔ روزِ قیامت یہ متعلقین انسان کے کچھ کام نہ آئیں گے۔ ارشاداتِ باری تعالیٰ ہیں:

﴿ لَنْ تَنْفَعَكُمْ اَرْحَامُكُمْ وَلَا اَوْلَادُكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ﴾ (الممتحنہ:۳)

''تمہارے کام نہ آئیں گے تمہارے رشتہ دار اور اولاد روزِ قیامت۔''

﴿يَوَدُّ الْمُجْرِمُ لَوْ يَفْتَدِيْ مِنْ عَذَابِ يَوْمِئِذٍ بِبَنِيْهِ ۝ وَصَاحِبَتِهٖ وَاَخِيْهِ ۝ وَفَصِيْلَتِهِ الَّتِيْ تُؤْوِيْهِ ۝ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا ثُمَّ يُنْجِيْهِ ۝﴾

(المعارج:۱۱۔۱۴)

''مجرم چاہے گا اُس روز کہ فدیہ میں دے دے عذاب سے بچنے کے لئے اپنے بیٹے' بیوی' بھائی اور اس پورے خاندان کو جس نے اُسے پناہ دی تھی اور زمین میں تمام بسنے والوں کو' پھر اپنے آپ کو چھڑا لے۔''

﴿ يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِيْهِ ۝ وَاُمِّهٖ وَاَبِيْهِ ۝ وَصَاحِبَتِهٖ وَبَنِيْهِ ۝ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَاْنٌ يُّغْنِيْهِ ۝ ﴾ (عبس:۳۴۔۳۷)

''اُس روز انسان بھاگے گا اپنے بھائی، ماں، باپ، بیوی اور بیٹے سے۔ ہر انسان کو اُس روز ایسی فکر لاحق ہوگی جو اُسے دوسروں سے بے پرواہ کردے گی۔''

﴿ يٰاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ وَاخْشَوْا يَوْمًا لَّا يَجْزِيْ وَالِدٌ عَنْ وَّلَدِهٖ وَلَا

مَوْلُوْدٌ هُوَ جَازٍ عَن وَّالِدِهٖ شَيْئًا ﴾ (لقمٰن:۳۳)

''لوگو! اپنے رب کی نافرمانی سے بچو اور اُس دن سے ڈرو کہ نہ تو باپ اپنے بیٹے کے کچھ کام آئے گا اور نہ بیٹا اپنے باپ کے کچھ کام آسکے گا۔''

سورہ توبہ کی آیت زیرِ بحث میں اموال کے ساتھ "اِقْتَرَفْتُمُوْهَا" کی قید ہے۔ 'اِقْتَرَفَ' کے معنی اکتساب یعنی کمانے کے ہیں۔ جس مال کو آدمی نے خود کمایا اور بڑھایا ہو' وہ اس کو زیادہ عزیز ہوتا ہے۔ اسی طرح 'تجارت' کے ساتھ "تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا" کی قید اس بات کی طرف اشارہ کر رہی ہے کہ وہ کامیاب چلتی ہوئی تجارت ہے۔ کامیاب اور چلتی ہوئی تجارت ہی کے متعلق تاجر کو ہر وقت کساد بازاری کا اندیشہ لاحق رہتا ہے اور اس خطرے سے بچنے کے لیے وہ سارے جتن کرتا ہے۔ پھر وہ تجارت ہی اس کی معبود بن جاتی ہے جس کی خاطر اُس میں حلال و حرام کی تمیز ختم ہو کر رہ جاتی ہے۔ گھروں کے ساتھ 'تَرْضَوْنَهَا' کے الفاظ ظاہر کر رہے ہیں کہ گھر کی محبت نے آدمی کو جکڑا ہوا ہے' وہ اس کی حفاظت و سجاوٹ میں مشغول ہے اور اس کا آرام و سکون' اُس کے لئے اللہ کی راہ میں نکلنے کے لئے رکاوٹ بن گیا ہے۔ یہ ہیں وہ مرغوباتِ دنیا جو بت بن جاتی ہیں اگر یہ اللہ' اس کے رسول ﷺ اور اللہ کی راہ میں ہجرت و جہاد کی محبت پر فائق ہو جائیں۔ بقولِ اقبال:

یہ مال و دولتِ دنیا' یہ رشتہ و پیوند
بتانِ وہم و گماں لَا اِلٰہ اِلَّا اللہ

جب تک بندہ اللہ کی خاطر ان میں سے ہر بت کو توڑنے کے لیے تیار نہ ہو جائے' وہ ایمان کے تقاضے پورے نہیں کر سکتا۔

آیت کے دوسرے حصہ میں دینی محبتوں یعنی اللہ' اس کے رسول ﷺ اور اس کے دین کے لئے جہاد کی محبت کا ذکر ہے۔ کسی چیز کا اللہ اور رسول ﷺ سے زیادہ عزیز و محبوب ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اگر ایک طرف اللہ اور رسول ﷺ کا مطالبہ ہو' دوسری طرف اُس چیز کی محبت کا مطالبہ اور آدمی اللہ اور رسول ﷺ کے مطالبہ کو نظر انداز کر کے دوسری چیز کے مطالبہ کو ترجیح دے دے۔ اگر اس کے برعکس وہ اُس چیز کے مطالبہ پر اللہ اور رسولؐ کے مطالبہ کو مقدم رکھے تو اس کے معنی یہ ہیں کہ اس نے اللہ و رسول ﷺ کی محبت کو ترجیح دی۔ اللہ اور رسول ﷺ سے یہ محبت ایمانِ حقیقی کی علامت ہے۔ اس کے بغیر کسی کا دعوائے ایمان معتبر نہیں ہے۔ یہ ایک ایسی کسوٹی ہے جس سے ہر شخص اپنی روزمرہ کی زندگی میں اپنے ایمان اور اپنی محبت کی کیفیت

کو جانچ سکتا ہے۔

اللہ کی محبت:

انسان میں محبت کی تین سطحیں ہیں جن میں سب سے بلند ہے اللہ سے محبت۔ محبت کی تین سطحیں حسب ذیل ہیں:

۱) طبعی یا جبلی محبت: ہر انسان میں بیوی' اولاد اور مال و اسباب کی محبت پیوست کر دی گئی ہے:

﴿زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوَاتِ مِنَ النِّسَآءِ وَالْبَنِيْنَ وَالْقَنَاطِيْرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْاَنْعَامِ وَالْحَرْثِ ؕ ذٰلِكَ مَتَاعُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ۚ وَاللّٰهُ عِنْدَهُ حُسْنُ الْمَآبِ ﴾ (آلِ عمران: ۱۴)

''مزین کردی گئی ہے لوگوں کے لئے خواہشات کی محبت یعنی عورتوں' بیٹوں' سونے اور چاندی کے بڑے بڑے ذخیروں' اعلیٰ نسل کے گھوڑوں' مویشیوں اور کھیتیوں کی محبت۔ (مگر) یہ سب دنیا ہی کی زندگی کے سامان ہیں' اور اللہ کے پاس بہت عمدہ ٹھکانہ ہے''۔

دنیا میں تمدن کا آگے بڑھنا اور تمام کاروباری گہما گہمی اسی جبلی محبت کی وجہ سے ہے۔

۲) فطری محبت: اگر انسان کی فطرت سلامت ہے تو انسان جس شے کو اپنا محسن سمجھتا ہے' اُس سے محبت کرتا ہے۔ والدین کی محبت' مظاہرِ قدرت کی محبت و پرستش اور محسنِ حقیقی یعنی اللہ سے محبت اسی وجہ سے ہوتی ہے۔

۳) روحانی محبت: انسان کے وجود میں موجود روح کا تعلق اللہ سے ہے۔ سورۂ سجدہ آیت ۹ میں فرمایا گیا:

﴿ ثُمَّ سَوّٰىهُ وَنَفَخَ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِهٖ ﴾

''پھر اُس (اللہ) نے اِس (انسان) کو درست کیا اور اس میں اپنی روح میں سے پھونکا''

كُلُّ شَيْءٍ يَرْجِعُ اِلٰى اَصْلِهٖ (ہر شے اپنے اصل کی طرف لوٹتی ہے) کے مصداق روح میں اللہ کی طرف زوردار میلان اور اس کی محبت کی شدید پیاس ہے۔ اگر انسان کی اللہ تک رسائی نہ ہو تو وہ اس پیاس کی تسکین کے لئے کسی انسان' قوم' وطن یا نظریہ کو محبوب و مطلوب بنا لیتا ہے:

﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْدَادًا يُّحِبُّوْنَهُمْ كَحُبِّ اللّٰهِ ؕ﴾ (البقرة:١٦٥)

''اور بعض لوگ ایسے ہیں جو غیر اللہ کو (اللہ کا) شریک بناتے ہیں اور ان سے ایسی محبت کرتے ہیں جیسی محبت اللہ سے کرنی چاہئے۔''

اس کے برعکس اہلِ ایمان کا معاملہ یہ ہے کہ :

﴿وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ ؕ﴾ (البقرة : ١٦٥)

''اور جو ایمان لائے وہ اللہ کی محبت میں بڑے پکے ہوتے ہیں۔''

اللہ کے محبوب بندوں کی صفات میں سے اوّلین یہ ہے کہ وہ اللہ سے محبت کرتے ہیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَنْ يَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَسَوْفَ يَاْتِی اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُّحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗٓ اَذِلَّةٍ عَلَی الْمُؤْمِنِيْنَ اَعِزَّةٍ عَلَی الْكٰفِرِيْنَ ۞ يُجَاهِدُوْنَ فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا يَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَآئِمٍ ؕ﴾ (المائدة :٥٤)

''اے ایمان والو! اگر کوئی تم میں سے اپنے دین سے پھر گیا تو اللہ ایسے لوگ پیدا کر دے گا جن سے وہ محبت کرے گا اور وہ اُس سے محبت کریں گے اور جو مومنوں کے حق میں نرم ہوں گے اور کافروں پر سخت' اللہ کی راہ میں جہاد کریں گے اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہ ڈریں گے''۔

اگر ہم میں یہ صفات موجود ہیں تو ہم اللہ کے محبوب بندے ہیں ورنہ اللہ ہمیں دین اسلام کی علمبرداری سے محروم کر کے دین کی خدمت کا جھنڈا اُن کے ہاتھ میں دے دے گا جو مذکورہ بالا صفات کے حامل ہوں گے۔

اللہ کی محبت کا ہمارے مقصدِ تخلیق سے بڑا گہرا تعلق ہے اور ہمارا مقصدِ تخلیق اللہ کی عبادت ہے۔ فرمانِ باری تعالیٰ ہے :

﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ۞﴾ (الذاريات : ٥٦)

''اور میں نے نہیں پیدا کیا جنوں اور انسانوں کو مگر اپنی عبادت کے لئے۔''

گویا ؎

زندگی آمد برائے بندگی
زندگی بے بندگی شرمندگی!

اللہ کی عبادت سے مراد ہے زندگی کے ہر گوشے میں محبت اور ذوق وشوق کے ساتھ اللہ کی کلی اطاعت کرنا۔ بقول حافظ ابن قیمؒ:

اَلْعِبَادَةُ تَجْمَعُ اَصْلَيْنِ :غَايَةَ الْحُبِّ مَعَ غَايَةَ الذُّلِّ وَ الْخُضُوْعِ

''عبادت دو چیزوں کو جمع کرتی ہے یعنی انتہائی درجے کی محبت اور اس کے ساتھ مکمل طور پر عاجزی اختیار کرنا اور خود کو جھکا دینا''۔

عبادت = محبتِ قلبی + اطاعت کلی

اللہ کی محبت ہی دراصل عبادت کی روح ہے جبکہ اطاعتِ کلی اس کا جسم ہے۔

☆ احادیثِ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کی محبت کی اہمیت اس طرح بیان ہوئی ہے :

((مَنْ اَحَبَّ لِلّٰهِ وَ اَبْغَضَ لِلّٰهِ وَاَعْطٰى لِلّٰهِ وَ مَنَعَ لِلّٰهِ فَقَدَ اسْتَكْمَلَ الْاِيْمَانَ)) (ابو داؤد، ترمذی)

''جس نے محبت کی اللہ کے لئے اور دشمنی کی اللہ کے لئے اور دیا اللہ کے لئے اور روکا اللہ کے لئے، اس نے ایمان کی تکمیل کر لی۔''

((اِنِّىْ لَاَعْرِفُ نَاسًا مَاهُمْ اَنْبِيَاءَ وَلَاشُهَدَاءَ يَغْبِطُهُمُ الْاَنْبِيَآءُ وَالشُّهَدَآءُ بِمَنْزِلَتِهِمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، اَلَّذِيْنَ يُحِبُّوْنَ اللّٰهَ وَيُحَبِّبُوْنَهٗ اِلٰى خَلْقِهٖ ، يَاْمُرُوْنَهُمْ بِطَاعَةِ اللّٰهِ، فَاِذَا اَطَاعُوا اللّٰهَ اَحَبَّهُمُ اللّٰهُ)) (کنز العمال)

''بلاشبہ میں جانتا ہوں ایسے لوگوں کو جو نہ انبیاء ہوں گے اور نہ ہی شہداء، لیکن روزِ قیامت اُن کا مقام دیکھ کر انبیاء و شہداء ان پر رشک کریں گے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ سے محبت کرتے ہیں، خلقِ خدا میں اللہ کی محبت پیدا کرتے ہیں اور انہیں اللہ کی اطاعت کا حکم دیتے ہیں۔ پھر جب وہ اللہ کی اطاعت کرتے ہیں تو اللہ بھی اُن سے محبت کرتا ہے''۔

((اَللّٰهُمَّ اِنِّىْ اَسْاَلُكَ حُبَّكَ وَحُبَّ مَنْ يُّحِبُّكَ وَالْعَمَلَ الَّذِىْ يُبَلِّغُنِىْ حُبَّكَ، اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ حُبَّكَ اَحَبَّ اِلَىَّ مِنْ نَفْسِىْ وَاَهْلِىْ وَمِنَ الْمَآءِ الْبَارِدِ)) (ترمذی)

''اے اللہ! میں تجھ سے تیری محبت کا سوال کرتا ہوں اور اس کی محبت کا جو تجھ سے محبت کرتا ہے اور اس عمل کا جو مجھے تیری محبت تک پہنچا دے۔ اے اللہ! اپنی محبت مجھے محبوب کر دے میرے نفس اور میرے گھر والوں اور ٹھنڈے پانی سے زیادہ۔''

رسول ﷺ کی محبت:

رسول اکرم ﷺ کی محبت دراصل اللہ سے محبت کا لازمی نتیجہ ہے:

﴿ قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِی یُحْبِبْکُمُ اللّٰهُ وَیَغْفِرْ لَکُمْ ذُنُوْبَکُمْ ط وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴾ (آلِ عمران: ۳۱)

''(اے نبیؐ!) کہہ دیجئے کہ اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری اتباع کرو' اللہ بھی تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہوں کو معاف فرمادے گا''۔

اتباع سے مراد ہے احکامات کا انتظار کیے بغیر دلی محبت کے ساتھ پیروی کرنا۔ یعنی زندگی کے ہر معاملے میں نبی اکرم ﷺ کی پسند و ناپسند کا خیال رکھنا اور تمام امور حتی کہ معمولاتِ زندگی میں بھی آپؐ کی ہر ہر ادا کی پیروی کرنا۔

اتباع = اطاعت + محبت

اتباعِ رسول ﷺ کا اہم ترین میدان دعوتِ دین اور اقامتِ دین کے لئے مال و جان سے جہاد کرنا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ دعوتِ دین اور اقامتِ دین کے لئے جدوجہد آپ ﷺ کی متفقہ اور متواتر سنت ہے۔

رسولِ اکرم ﷺ سے محبت کسی شخص کے مومن ہونے کی دلیل ہے:

﴿ اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَ اَزْوَاجُهٗ اُمَّهٰتُهُمْ ط ﴾ (الاحزاب: ٦)

''نبیؐ مومنوں کے لئے اپنی جانوں سے بڑھ کر عزیز ہیں اور آپؐ کی ازواج اُن کے لئے ماں کا درجہ رکھتی ہیں۔''

ارشادِ نبویؐ ہے:

((لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْهِ مِنْ وَّالِدِهٖ وَوَلَدِهٖ وَ النَّاسِ اَجْمَعِیْنَ)) (متفق علیه)

''تم میں سے کوئی شخص مومن نہیں ہوسکتا جب تک کہ میں اسے محبوب نہ ہو جاؤں اس کے والد سے' اس کی اولاد سے اور یہاں تک کہ تمام انسانوں سے۔''

سلامتیٔ فطرت کا تقاضا ہے کہ آپ ﷺ سے محبت کی جائے کیوں کہ آپؐ نوعِ انسانی کے عظیم محسن ہیں۔ آپ ﷺ ہی کی وساطت سے ہمیں قرآنِ حکیم اور دینِ اسلام جیسی عظیم نعمتیں ملی ہیں۔ آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

((مَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ بِهٖ خَيْرًا يُّفَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ' وَاِنَّمَا اَنَا قَاسِمٌ وَاللّٰهُ يُعْطِي))
(ترمذی)

''جس شخص کے بارے میں اللہ خیر کا فیصلہ فرماتا ہے اسے اپنے دین کی سمجھ عطا فرمادیتا ہے اور بلاشبہ تقسیم کرنے والا میں ہی ہوں جبکہ عطا فرمانے والا اللہ ہے''۔

سب سے بڑی دولت جو آپ ﷺ کے ذریعہ حاصل ہوئی وہ ہے ہدایت۔ اگر ہدایت ہے تو دنیا کی ہر نعمت واقعی نعمت ہے' ورنہ یہی نعمتیں روزِ قیامت جواب دہی کے حوالے سے زحمتیں بن جائیں گی۔

☆ آپ ﷺ سے محبت کا تقاضا ہے کہ :

۱) آپ ﷺ کی سنت سے محبت کی جائے۔ ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

((مَنْ اَحَبَّ سُنَّتِيْ فَقَدْ اَحَبَّنِيْ)) (ترمذی)

''جس نے میری سنت سے محبت کی یقیناً اس نے مجھ سے محبت کی''۔

((رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلٰى خُلَفَائِي)) قَالُوْا وَمَنْ خُلَفَاؤُكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ :

((اَلَّذِيْنَ يُحِبُّوْنَ سُنَّتِي وَيُعَلِّمُوْنَهَا النَّاسَ)) (کنزالعمال)

''اللہ کی رحمت ہو میرے خلفاء پر''۔ صحابہؓ نے پوچھا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ آپ کے خلفاء کون ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا جو: ''میری سنت سے محبت کرتے ہیں اور لوگوں کو اس کی تعلیم دیتے ہیں۔''

((مَنْ اَحْيَا سُنَّتِيْ فَقَدْ اَحَبَّنِيْ وَ مَنْ اَحَبَّنِيْ كَانَ مَعِيَ فِي الْجَنَّةِ)) (کنزالعمال)

''جس نے میری سنت کو زندہ کیا اُس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے مجھ سے محبت کی وہ میرے ساتھ جنت میں ہوگا''۔

۲) آپ ﷺ کے صحابہ ؓ سے محبت کی جائے' کیونکہ آپ ﷺ نے فرمایا:

((فَمَنْ اَحَبَّهُمْ فَبِحُبِّي اَحَبَّهُمْ' وَمَنْ اَبْغَضَهُمْ فَبِبُغْضِي اَبْغَضَهُمْ' وَمَنْ اٰذَاهُمْ فَقَدْ اٰذَانِيْ' وَمَنْ اٰذَانِيْ فَقَدْ اٰذَى اللّٰهَ' وَمَنْ اٰذَى اللّٰهَ فَيُوْشِكُ اَنْ يَّاْخُذَهٗ)) (مسند احمد)

''تو جو کوئی اُن (صحابہ کرامؓ) سے محبت کرے گا وہ محبت کرے گا میری محبت کی وجہ سے اور جو اُن سے دشمنی کرے گا وہ دشمنی کرے گا مجھ سے دشمنی کی وجہ سے۔ جس نے اُن کو تکلیف دی اُس نے مجھے تکلیف دی اور جس نے مجھے تکلیف دی اُس نے اللہ کو تکلیف

دی اور جس نے اللہ کو تکلیف دی تو اندیشہ ہے کہ اللہ اُس کی گرفت کرے گا۔''

اللہ کے راستہ میں جہاد کی محبت:

☆ منکرات اور اللہ کے احکامات سے بغاوت کے خلاف جہاد کرنا اللہ سے محبت اور غیرت وحمیت کا تقاضا ہے۔ جس طرح ایک غیرت مند انسان کا اپنے ماں باپ کے خلاف کوئی نازیبا بات سن کر خون کھول اُٹھتا ہے اسی طرح اللہ کی نافرمانی دیکھ کر بھی اس کے تن بدن میں آگ لگ جانی چاہئے۔ اگر ایسا نہیں تو پھر انسان کا انجام اُس شخص کی مانند ہوسکتا ہے جس کا ذکر حدیث میں ان الفاظ میں آیا ہے:

((اَوْحَى اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى اِلٰى مَلَكٍ مِّنَ الْمَلَائِكَةِ اَنِ اقْلِبْ مَدِيْنَةَ كَذَا وَكَذَا عَلٰى اَهْلِهَا' فَقَالَ يَا رَبِّ اِنَّ فِيْهِمْ عَبْدَكَ فُلَانًا لَمْ يَعْصِكَ طَرْفَةَ عَيْنٍ' قَالَ اقْلِبْهَا عَلَيْهِ وَعَلَيْهِمْ فَاِنَّ وَجْهَهٗ لَمْ يَتَمَعَّرْ فِيَّ سَاعَةً قَطُّ))(بیهقی)

''وحی کی اللہ تعالیٰ نے فرشتوں میں سے ایک فرشتے کی طرف کہ فلاں فلاں شہروں کو اِن میں بسنے والوں پر الٹ دو۔ اس پر فرشتے نے عرض کیا کہ ان بسنے والوں میں آپ کا فلاں بندہ بھی ہے جس نے پلک جھپکتے بھی آپ کی نافرمانی نہیں کی۔ اللہ نے فرمایا کہ شہر کو الٹ دو اس پر بھی اور باقی لوگوں پر بھی کیوں کہ اس شخص کے چہرہ کا رنگ کبھی میری وجہ سے تبدیل (سرخ) نہیں ہوا''۔

☆ اللہ کے دین کے غلبہ کے لئے کوشش کرنا اور اس مشن سے محبت کرنا دراصل اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت کا عملی ثبوت بھی ہے۔ انسان کا عمل ظاہر کرتا ہے کہ اُسے اللہ سے کس قدر محبت ہے اور وہ دیگر حقوق کے مقابلے میں اللہ کی عبادت اور اُس کے دین کے تقاضوں کی ادائیگی کے لئے کتنی محنت کرتا ہے۔ اسی طرح انسان کا عمل بتاتا ہے کہ نفسانی خواہشات اور معاشرتی رسم رواج کے مقابلے میں رسول اللہ ﷺ کے اُسوۂ حسنہ کو وہ کس قدر اہمیت دیتا ہے اور آپ ؐ کی پیروی میں غلبۂ دین کے لئے جدوجہد میں کس قدر مال و جان لگاتا ہے۔ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

''جب تم بیلوں کی دم پکڑ کر کھیتی باڑی پر راضی ہو جاؤ گے اور جہاد چھوڑ بیٹھو گے تو اللہ تم پر ایسی ذلّت مسلط کردے گا جس سے کبھی نہ نکل سکو گے' یہاں تک کہ پھر اپنے دین

(جہاد فی سبیل اللہ) کی طرف پلٹ آؤ۔'' (ابوداؤد)

☆ صحابہ کرام ﷺ کو اللہ کی راہ میں قربانی دینا کس قدر محبوب تھا' اس کا اندازہ ذیل کی روایت سے ہوتا ہے:

عَنْ اَبِی وَائِلٍ قَالَ کَتَبَ خَالِدُ بْنُ الْوَلِیْدِ اِلٰی اَھْلِ فَارِسٍ یَدْعُوْھُمْ اِلَی الْاِسْلَامِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ مِنْ خَالِدِ بْنِ الْوَلِیْدِ اِلٰی رُسْتَمَ وَمِھْرَانَ وَمَلَاءِ فَارِسٍ سَلَامٌ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّا نَدْعُوْکُمْ اِلَی الْاِسْلَامِ فَاِنْ اَبَیْتُمْ فَاَعْطُوا الْجِزْیَۃَ عَنْ یَّدٍ وَّاَنْتُمْ صَاغِرُوْنَ' فَاِنَّ مَعِیَ قَوْمًا یُّحِبُّوْنَ الْقَتْلَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ کَمَا یُحِبُّ فَارِسُ الْخَمْرَ' وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی (معجم الطبرانی)

''ابی وائل سے روایت ہے کہ خالد بن ولیدؓ نے اہلِ فارس کو اسلام کی دعوت دینے کے لئے تحریر فرمایا: ''اللہ کے نام کے ساتھ جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے۔ یہ تحریر خالد بن ولید کی طرف سے رستم' مہران اور فارس کے سرداروں کی طرف ہے۔ سلامتی ہو اُس پر جو ہدایت کی پیروی کرے۔ اس کے بعد ہم تمہیں اسلام قبول کرنے کی دعوت دیتے ہیں۔ اگر تم یہ دعوت قبول نہیں کرتے تو جزیہ دو گے اپنے ہاتھ سے اور چھوٹے بن کر رہو گے (بصورت دیگر) بلاشبہ میرے ساتھ ایسے لوگ ہیں جو اللہ کی راہ میں جان دینا اتنا پسند کرتے ہیں جتنا اہلِ فارس شراب پسند کرتے ہیں۔ سلامتی ہو اُس پر جو ہدایت کی پیروی کرے''۔

دینی اور دنیوی محبتوں کے ذکر کے بعد آیت زیر بحث میں فرمایا گیا:

﴿ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰی یَاْتِیَ اللّٰہُ بِاَمْرِہٖ ؕ وَاللّٰہُ لَا یَھْدِی الْقَوْمَ الْفٰسِقِیْنَ ۞ ﴾

''تو انتظار کرو یہاں تک کہ لے آئے اللہ اپنا فیصلہ (یعنی تمہاری موت) اور اللہ ایسے نافرمانوں کو ہدایت نہیں دیا کرتا۔''

فَتَرَبَّصُوْا سے مراد ہے انتظار کرو! یعنی اگر تمہارے دل میں مرغوباتِ دنیا کی محبتوں کو ترجیح حاصل ہے تو محض چند عبادات ادا کر کے اور تھوڑا سا صدقہ وخیرات کر کے اللہ کو راضی نہیں کر سکتے۔ اپنی اس روش سے باز آؤ اور اپنی زندگی کی منصوبہ بندی اور بھاگ دوڑ میں دین کی خدمت کو ترجیح دو۔ اگر ایسا نہیں کرتے تو پھر اللہ کی طرف سے سزا کے منتظر رہو۔

حَتّٰی یَاْتِیَ اللّٰہُ بِاَمْرِہٖ : یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم لے آئے۔ اللہ کے حکم سے مراد ہے

عذاب کی کوئی صورت یا موت۔ برے انسان کی موت بھی بڑی حسرت اور عذاب کی صورت میں واقع ہوتی ہے۔ سورۃ المنافقون آیات: ۱۰۔۱۱ میں اس کا ذکر اس طرح کیا گیا:

﴿وَاَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ فَيَقُوْلَ رَبِّ لَوْلَآ اَخَّرْتَنِيْٓ اِلٰٓى اَجَلٍ قَرِيْبٍ فَاَصَّدَّقَ وَاَكُنْ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ۞ وَلَنْ يُّؤَخِّرَ اللّٰهُ نَفْسًا اِذَا جَآءَ اَجَلُهَا ۭ وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ۞﴾

''اور خرچ کرو اُس رزق میں سے جو ہم نے تمہیں دیا ہے اس سے پہلے کہ تم میں سے کسی کی موت آجائے تو وہ کہنے لگے کہ اے میرے پروردگار! تو نے مجھے تھوڑی سی مہلت کیوں نہ دی؟ تا کہ میں صدقہ کر لیتا اور ہو جاتا نیک لوگوں میں سے۔ اور اللہ ہرگز مہلت نہیں دیتا اُس کو جس کی موت آجاتی ہے۔ اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اُس سے باخبر ہے۔''

یہی مضمون سورۃ المومنون آیات ۹۹۔۱۰۰ میں بھی بیان کیا گیا ہے:

﴿حَتّٰٓى اِذَا جَآءَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ رَبِّ ارْجِعُوْنِ ۞ لَعَلِّيْٓ اَعْمَلُ صَالِحًا فِيْمَا تَرَكْتُ كَلَّا ۭ اِنَّهَا كَلِمَةٌ هُوَ قَآئِلُهَا ۭ وَمِنْ وَّرَآئِهِمْ بَرْزَخٌ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ۞﴾

''یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی کے پاس موت آتی ہے تو وہ کہتا ہے کہ اے میرے رب! مجھے لوٹا دے تا کہ میں اس (مال و اسباب) میں جسے چھوڑ آیا ہوں نیک کام کیا کروں۔ ہرگز نہیں یہ ایک ایسی بات ہے جس کا وہ محض کہنے والا تھا۔ اور اُس کے بعد برزخ ہے اس دن تک کے لئے جب وہ دوبارہ اٹھائے جائیں گے''۔

وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ۞ اور اللہ ایسے فاسق لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔ آیت کے اس حصہ میں دو دھمکیاں دی گئی ہیں:

۱) مرغوباتِ دنیا کی محبتوں کو ترجیح دینے والے فاسق یعنی اللہ کے باغی ہیں۔ فسق کا لفظ سورۃ الکھف آیت ۵۰ میں ابلیس کی اُس نافرمانی کے لئے استعمال ہوا ہے جب اُس نے آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے سے انکار کر دیا تھا۔

۲) ایسے لوگوں کو اللہ ہدایت کی نعمت سے محروم کر دیتا ہے۔

چند اہم نکات

۱) سورہ توبہ کی آیت ۲۴ میں ایک رہنمائی دی گئی ہے کہ دوستی اور محبت کا معیار ایمان کی

بنیاد پر ہونا چاہیے۔ یہ ہدایت قرآن مجید میں کئی مقامات پر دی گئی ہے:

﴿ لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانُوْٓا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ ۭ اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ وَاَيَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ ۭ وَيُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ۭ اُولٰٓئِكَ حِزْبُ اللّٰهِ ۭ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴾ (المجادلة: ٢٢)

''جو لوگ اللہ اور روزِ قیامت پر ایمان رکھتے ہیں تم ان کو اللہ اور اس کے رسولؐ کے دشمنوں سے دوستی کرتے ہوئے نہ دیکھو گے خواہ وہ ان کے باپ' بیٹے یا بھائی یا خاندان کے ہی لوگ ہوں۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان ثبت کر دیا ہے اور فیضِ غیبی سے ان کی مدد کی ہے' اور وہ ان کو بہشتوں میں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں داخل کرے گا' ہمیشہ ان میں رہیں گے۔ اللہ ان سے خوش اور وہ اللہ سے خوش ہو گئے۔ یہی گروہ اللہ کا لشکر ہے' سن رکھو کہ اللہ ہی کا لشکر مراد حاصل کرنے والا ہے''۔

﴿ قَدْ كَانَتْ لَكُمْ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ ۚ اِذْ قَالُوْا لِقَوْمِهِمْ اِنَّا بُرَءٰٓؤُا مِنْكُمْ وَمِمَّا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۡ كَفَرْنَا بِكُمْ وَبَدَا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةُ وَالْبَغْضَآءُ اَبَدًا حَتّٰى تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗٓ ...... ﴾

(الممتحنه : ٤)

''تمہارے لئے بہترین نمونہ ہے ابراہیمؑ اور ان کے رفقاء میں' جب انہوں نے اپنی قوم سے کہا کہ ہم تم سے اور اُن سے جن کو تم اللہ کے سوا پوجتے ہو اعلانِ بیزاری کرتے ہیں اور ہم تمہارا (یعنی تمہارے مشرکانہ تصورات کا) انکار کرتے ہیں اور ہمارے اور تمہارے درمیان دشمنی اور عداوت ہے ہمیشہ کے لئے جب تک تم اللہ پر ایمان نہ لاؤ اس کی توحید کے ساتھ......''

﴿ اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تُتْرَكُوْا وَلَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ جٰهَدُوْا مِنْكُمْ وَلَمْ يَتَّخِذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلَا رَسُوْلِهٖ وَلَا الْمُؤْمِنِيْنَ وَلِيْجَةً ۭ وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴾ (التوبه: ١٦)

''کیا تم لوگ یہ خیال کرتے ہو کہ چھوڑ دیئے جاؤ گے اور ابھی تو اللہ نے ایسے لوگوں کو

ظاہر کیا ہی نہیں جنہوں نے تم میں سے جہاد کئے اور اللہ اور اُس کے رسول اور مومنوں کے سوا کسی کو ولی دوست نہیں بنایا' اور اللہ تمہارے سب کاموں سے واقف ہے۔''

﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْٓا اٰبَآءَكُمْ وَاِخْوَانَكُمْ اَوْلِيَآءَ اِنِ اسْتَحَبُّوا الْكُفْرَ عَلَى الْاِيْمَانِ ؕ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۞ ﴾ (التوبة:٢٣)

''اے اہلِ ایمان! اگر تمہارے باپ اور بھائی ایمان کے مقابل کفر کو پسند کریں تو اُن سے دوستی نہ رکھو اور جو اُن سے دوستی رکھیں گے وہ ظالم ہیں۔''

﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ قَدْ يَئِسُوْا مِنَ الْاٰخِرَةِ كَمَا يَئِسَ الْكُفَّارُ مِنْ اَصْحٰبِ الْقُبُوْرِ ۞ ﴾ (الممتحنه: ١٣)

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اُن لوگوں سے جن پر اللہ کا غضب ہوا ہے دوستی نہ کرو' کیونکہ یہ آخرت (کی کامیابی) سے اسی طرح مایوس ہو چکے ہیں جس طرح مایوس ہو گئے وہ کافر جو قبروں میں پہنچ چکے ہیں۔''

نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

''تین باتوں سے ایمان کی حلاوت محسوس ہوتی ہے: اللہ اور رسول کا ہر شے سے زیادہ محبوب ہونا' کسی سے محبت کرنا اللہ کے لئے اور نفرت کرنا اللہ کے لئے اور کفر میں لوٹنا اسی طرح بُرا محسوس ہو جیسے آگ میں ڈالا جانا''۔ (متفق علیہ)

۲) اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ہمیں بڑے دوٹوک انداز میں اپنے باطن میں ایک ترازو نصب کرنے کی طرف متوجہ کیا ہے۔ ترازو کے ایک پلڑے میں ہمیں مرغوباتِ دنیوی کی محبتیں ڈالنے کی دعوت دی ہے اور دوسرے پلڑے میں اللہ' رسول ﷺ اور اللہ کے راستے میں جہاد کی محبتیں۔ اب ہمیں جائزہ لینا چاہئے کہ کون سا پلڑا بھاری ہے۔ اگر دوسرا پلڑا جھک رہا ہو تو فَهُوَ الْمَطْلُوب' ہمیں چاہئے کہ اللہ کا شکر ادا کریں تاکہ مزید توفیق حاصل ہو۔ اگر خدانخواستہ پہلا پلڑا بھاری ہو تو ہمیں چاہئے کہ فوراً اپنی اصلاح پر کمربستہ ہو جائیں۔

۳) تعلیماتِ اسلام میں حقوق العباد کی ادائیگی کی انتہائی تاکید ہے۔ اسی طرح حلال و حرام کی تمیز کرتے ہوئے کاروبار کرنے' مال کمانے اور گھر سمیت تمام ضروریاتِ زندگی کے حصول کی کوشش کرنا نہ صرف جائز بلکہ پسندیدہ ہے۔ البتہ ان تمام علائق و اسبابِ دنیا کی محبتیں اللہ تعالیٰ' رسول اللہ ﷺ اور جہاد فی سبیل اللہ کی محبت کے تابع ہونی چاہئیں۔

(باقی صفحہ 47 پر)

''میں اپنی تسبیح روز و شب کا شمار کرتا ہوں دانہ دانہ''

ایک سینئر رفیق تنظیم کے روزہ مرہ کے معمولات

جو قابل رشک تو ہیں ہی' لائقِ تقلید بھی ہیں

''مجھے قبولیتِ دُعا کی فکر نہیں' مجھے صرف دُعا کی فکر ہے' جب مجھے دُعا کرنے کی توفیق نصیب ہوگئی تو قبولیت بھی اس کے ساتھ حاصل ہو جائے گی'' ــــ (حضرت عمرؓ)

مسنون دعائیں:

کھانا کھانے سے قبل اور بعد کی دعائیں ــــ گھر سے باہر نکلنے اور داخل ہونے کی دعائیں ــــ بیت الخلاء میں داخل ہونے اور باہر نکلنے کی دعائیں ــــ سواری پر سوار ہونے کی دعا ــــ رات کو سونے اور صبح بیدار ہونے کی دعائیں ــــ اور دیگر مسنون دعائیں میرے معمولات میں شامل ہیں۔ (دعاؤں کے لئے دیکھئے امام حافظ ابنِ قیمؒ کی کتاب ''اذکارِ مسنونہ'')

صبح اور شام کے اذکار

شام کے وقت یہ دعا پڑھتا ہوں:

اَمْسَيْنَا وَاَمْسَى الْمُلْكُ لِلّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ

رَبِّ اَسْئَلُكَ خَيْرَ مَا فِيْ هٰذِهِ اللَّيْلَةِ وَخَيْرَ مَا بَعْدَهَا وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا فِيْ هٰذِهِ اللَّيْلَةِ وَشَرِّ مَا بَعْدَهَا۔ رَبِّ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْكَسَلِ وَسُوْءِ الْكِبَرِ رَبِّ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ عَذَابٍ فِي النَّارِ وَعَذَابٍ فِي الْقَبْرِ

(روایت حضرت عبداللہ بن مسعودؓ)

''ہم نے اور سارے ملک نے اللہ کے لئے شام کی' تمام تعریف اللہ ہی کے لئے ہے'

اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں' وہ یکتا و یگانہ ہے' اس کا کوئی شریک نہیں۔ اسی کی بادشاہت ہے اور اسی کے لئے تعریف ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اے میرے پروردگار! اس رات میں جو کچھ ہے اور اس کے بعد جو کچھ ہوگا اس کا خیر کا پہلو تجھ سے مانگتا ہوں اور اس رات کے شر اور اس رات کے بعد آنے والے شر سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔ پروردگار! میں کسل مندی اور برے بڑھاپے سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔ پروردگار! میں دوزخ کے عذاب اور قبر کے عذاب سے تیری پناہ مانگتا ہوں''۔

صبح کے وقت اس دعا میں بس ''اَمْسَیْنَا'' اور ''اَمْسٰی'' کے بجائے ''اَصْبَحْنَا'' (ہم نے صبح کی) اور ''اَصْبَحَ الْمُلْکُ'' (سارے ملک نے صبح کی) کے الفاظ اور ''هٰذِهِ اللَّيْلَةِ'' کے بجائے ''هٰذَ الْيَوْمِ'' (اِس دن) پڑھتا ہوں۔
(مسلم' ابوداؤد' ترمذی' نسائی' ابن ابی شیبہ)

صبح کو بیدار ہوتے وقت:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَحْيَانَا بَعْدَ مَا اَمَاتَنَا وَاِلَيْهِ النُّشُوْرُ

''سب تعریف اللہ ہی کے لئے ہے جس نے ہمیں مردہ کر دینے کے بعد زندگی بخشی اور آخر کار اس کے سامنے حاضر ہونا ہے''۔

اور رات کو سوتے وقت

بِاسْمِکَ اللّٰهُمَّ اَمُوْتُ وَاَحْيٰی

''اے اللہ میں تیرے ہی نام سے زندگی کو کھوتا اور حاصل کرتا ہوں''

پڑھا کرتا ہوں۔ (بروایت حضرت حذیفہ ﷛)

رات کو سوتے وقت دایاں ہاتھ رخسار کے نیچے رکھ کر یہ اذکار بھی پڑھتا ہوں:
(۱) سورۃ الفاتحہ (۲) آیۃ الکرسی (پورا رکوع) (۳) چاروں قل یعنی سورۃ الکافرون' سورۃ الاخلاص' سورۃ الفلق اور سورۃ الناس (۴) درود شریف (درودِ ابراہیمی) مع دعا اور (۵) سید الاستغفار۔

''سید الاستغفار'' ___ صحیح بخاری میں شداد بن اوس ﷛ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: سید الاستغفار'' (سب سے جامع دعائے مغفرت) یہ ہے:

اَللّٰهُمَّ اَنْتَ رَبِّیْ' لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ' خَلَقْتَنِیْ وَاَنَا عَبْدُکَ' وَاَنَا عَلٰی عَهْدِکَ وَوَعْدِکَ مَا اسْتَطَعْتُ' اَعُوْذُ بِکَ مِنْ شَرِّ مَا صَنَعْتُ' اَبُوْءُ

لَکَ بِنِعْمَتِکَ عَلَیَّ وَاَبُوْءُ بِذَنْبِیْ فَاغْفِرْلِیْ فَاِنَّهٗ لَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ۔ (بخاری، ترمذی، نسائی، طبرانی، امام احمد)

''اے اللہ! تو میرا پروردگار ہے۔ تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تو نے مجھے پیدا کیا اور میں تیرا بندہ ہوں۔ اور جتنی مجھ میں استطاعت ہے میں تیرے عہد و پیان (اقرارِ اطاعت) پر قائم ہوں۔ اور جو کچھ بھی میں نے کیا اس کی برائی سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔ جن نعمتوں سے تو نے مجھے نوازا ہے اُن کا اعتراف کرتا ہوں اور اپنے گناہوں کا اقرار کرتا ہوں۔ تُو مجھے بخش دے کہ تیرے سوا گناہوں کو کوئی نہیں بخش سکتا''۔

آپ ﷺ نے فرمایا: جس نے شام کے وقت اسے پڑھا اور وہ اسی رات مر گیا یا صبح پڑھا اور اسی روز مر گیا تو وہ جنت میں داخل ہو گیا۔

☆ الحمدللہ، ثم الحمدللہ کہ تقریباً چالیس سال سے یہ عاجز بندہ مذکورہ بالا ''اذکارِ مسنونہ'' پر پابندی سے عمل کر رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔

خِرد کی گتھیاں سلجھا چکا میں
مرے مولا مجھے صاحبِ جنوں کر!

چار تسبیحات ہیں جو میں روزانہ سو سو بار پڑھتا ہوں۔

(۱) سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِیْمِ.

ان کلمات کے بارے میں رسول اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: ''دو کلمے ہیں، جو زبان پر نہایت ہلکے پھلکے، (قیامت کے روز) میزان میں بڑے بھاری اور وزنی اور رحمان کو بہت محبوب اور پیارے ہیں۔ وہ کلمے یہ ہیں''۔ (روایت حضرت ابو ہریرہؓ فی الصحیحین)

(۲) اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَبَارِکْ وَسَلِّمْ.

اس درود شریف کے پڑھنے کی قرآن و حدیث میں جو فضیلت آئی ہے اس سے ہر شخص واقف ہے۔

(۳) سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَکْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ.

ان کلمات کے بارے میں حضرت سمرہ بن جندبؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کو قرآن کے بعد چار کلمات سب سے زیادہ محبوب ہیں اور وہ بھی قرآن ہی سے ماخوذ ہیں''۔

(۴) اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ رَبِّیْ مِنْ کُلِّ ذَنْبٍ وَّاَتُوْبُ اِلَیْهِ.

حضرت اَنس ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''دلوں پر بھی زنگ لگ جاتا ہے اور دلوں کا زنگ دور کرنے کی چیز استغفار ہے''۔ (یعنی یہ کہ آدمی اپنے گناہوں کی معافی کی درخواست اپنے رب سے کرے)

الحمدللہ ثم الحمدللہ کہ یہ خاکسار گزشتہ بیس سال سے پابندی سے روزانہ سو' سو بار ان تسبیحات کا ورد کرتا ہے —— ہاں کبھی کبھار بیماری یا شدید مصروفیات کی وجہ سے کچھ کمی بیشی ہو جاتی ہے تو اس کو اگلے روز پورا کرنے کی کوشش کرتا ہوں۔

پہلی تسبیح صبح فجر کی نماز پڑھنے مسجد جاتے اور واپس آتے ہوئے ختم کر لیتا ہوں۔ دوسری تسبیح دن کے اوقات میں بعد ظہر یا عصر پڑھ لیتا ہوں۔ میرا معمول ہے کہ شام کو مغرب تا عشاء کوئی ایک گھنٹہ کی واک کرتا ہوں جس میں تیسری تسبیح ختم ہو جاتی ہے۔ مجھے وقت اور فاصلہ دیکھنے کی ضرورت نہیں رہتی' ایک گھنٹہ میں آہستہ چلتے ہوئے دو کلومیٹر سے زائد واک کر لیتا ہوں اور تیسری تسبیح کا ختم بتا دیتا ہے کہ فاصلہ اور وقت پورا ہو گیا۔ رہی چوتھی تسبیح وہ عموماً عشاء کی نماز کے بعد پڑھتا ہوں۔

تسبیح کے لئے میں دانہ والی تسبیح استعمال نہیں کرتا' میں اس کے خلاف ہوں۔ میں دیکھتا ہوں کہ لوگ تسبیح ہلاتے ہوئے چلتے ہیں' گفتگو کر رہے ہیں اور تسبیح کھٹا کھٹ ہل رہی ہے۔ شیطان سب کے ساتھ لگا ہوا ہے۔ اس سے ریا بھی پیدا ہو سکتی ہے اور اپنے تقویٰ کا اظہار بھی۔ میں انگلی کے پوروں پر تسبیح پڑھتا ہوں جو کہ مسنون ہے' اور ہتھیلیوں کو بھی اس طرح ٹانگوں کی طرف رکھتا ہوں کہ تسبیح پڑھتے ہوئے معلوم نہ ہوں۔ انگلیوں پر تسبیح پڑھنے کے معاملہ میں مندرجہ ذیل احادیث ہیں۔

اعمشؒ نے عطا بن سائب سے اور عطاء نے اپنے باپ کے واسطہ سے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی یہ روایت نقل کی ہے کہ ''میں نے رسول اللہ ﷺ کو دائیں ہاتھ کی انگلیوں پر تسبیح پڑھتے دیکھا''۔ (ابوداؤد)

یسیرہ رضی اللہ عنہا جو ایک مہاجر صحابیہ ہیں' روایت کرتی ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا تھا: ''تم عورتوں پر لازم ہے کہ اللہ تعالیٰ کی تسبیح و تہلیل اور تقدیس کرتی رہو' ان سے کبھی غفلت نہ کرو' ورنہ رحمتِ خداوندی تم کو فراموش کر دے گی۔ اور انگلیوں سے گنا کرو کیونکہ (قیامت کے روز) اُن سے بھی سوال کیا جائے گا اور انہیں زبان عطا کی جائے گی''۔ (ابو داؤد' ترمذی' ابن ابی شیبہ' مستدرک حاکم' مسند احمد)

انگلی کے پوروں کو بھی تسبیح پڑھتے وقت چھپا لینے سے معاملہ بندے اور رب کے درمیان ہی رہتا ہے۔ اور نفل عبادات میں یہی مقصود ہے۔

۱۹۷۰ء میں جب میرے پاس زندگی میں اتنی رقم جمع ہو گئی کہ میں حج کے اخراجات (بشمول اس دوران گھر کے اخراجات) پورے کر سکتا تھا تو حج مجھ پر فرض ہو گیا۔ میں نے بالکل دیر نہیں کی' اُسی سال حج کے لئے درخواست دے دی۔ قرعہ اندازی میں دو سال نام نہیں نکلا۔ ۱۹۷۲ء میں مولا کا بلاوا آ گیا اور حج کا فریضہ ادا کیا۔ دوسری بار ۱۹۸۷ء میں اہلیہ مرحومہ کے ساتھ حج کیا۔ عمرہ کی تمنا تھی' سو گزشتہ سال اللہ تعالیٰ نے یہ سعادت بھی بخش دی۔ عمرہ کے بعد یعنی جون ۲۰۰۳ء سے میرے معمولات میں مزید یہ اضافے ہوئے ہیں۔

(۱) صبح صادق سے ایک گھنٹہ قبل بیدار ہونا اور قیام اللیل سے لطف اندوز ہونا:

(۲) نمازیں پابندی سے مسجد جا کر با جماعت ادا کرنا۔ مہینہ میں شاید ایک آدھ نماز ہی کسی شدید ضرورت یا بیماری کی وجہ سے بغیر جماعت کے ادا ہوتی ہوگی۔

(۳) نفلی عبادات اور خیرات وصدقات کا اہتمام کرنا۔

(۴) ہفتہ میں ایک روز نفلی روزہ رکھنا جو عموماً پیر کو رکھتا ہوں۔ ایام بیض کے روزے رکھنا بھی سنت ہیں مگر بعض ناگزیر وجوہات سے اس کی ہمت نہیں ہوتی ـــــ البتہ دوسرے مسنون روزے' شوال کے چھ روزے' محرم کے دو روزے' شعبان کا روزہ وغیرہ کا اہتمام کرتا ہوں۔ ہفتہ میں ایک روزہ رکھنے سے جہاں ایک نفل عبادت کا اہتمام ہوتا ہے وہیں میرا تجربہ ہے کہ ہفتہ بھر کی معدہ کی گرانی وغیرہ (اگر کوئی ہو تو) ٹھیک ہو جاتی ہے۔

قیام اللیل کے لئے صبح صادق سے ایک گھنٹہ قبل اٹھ جاتا ہوں۔ اب تو اس کی عادت ہو گئی ہے۔ رات کو کسی وقت بھی سوؤں' چاہے رات کے دو بجے لیکن وقت پر آنکھ کھل جاتی ہے۔ الارم لگاتا ہوں' اذان والی گھڑی ہے' یوں تہجد کی اذان کا بھی مزہ لیتا ہوں۔

صبح کا وقت بہت ہی سہانا اور خوشگوار ہوتا ہے۔ ایک ملکوتی سماں ہوتا ہے۔ پہلے چائے بنا کر ایک پاپے کے ساتھ پیتا ہوں۔ باہر گلی میں دو سکیورٹی گارڈز کو بھی بنا کر دیتا ہوں۔ وضو کر کے آنگن میں آ کر آسمان کی طرف دیکھتے ہوئے سورۃ آل عمران کے آخری رکوع کی ابتدائی آیات پڑھتا ہوں ـــــ پوری کائنات سوئی ہوتی ہے۔ آسمان کے تارے ہوتے ہیں' فرشتے ہوتے ہیں' میرا رب ہوتا ہے' اور یہ گنہگار بندہ ـــــ سورۃ آل عمران کی آیات پڑھتے ہوئے دل کی ایک خاص کیفیت ہوتی ہے جو بیان نہیں کی جا سکتی۔ علامہ اقبال نے کہا ہے۔

سوئے گردوں نالۂ شب گیر کا بھیجے سفیر
رات کے تاروں میں اپنے رازداں پیدا کرے

اس سکوت میں جبکہ قلب و ذہن پوری طرح حاضر ہوتے ہیں' نماز پورے خشوع و خضوع کے ساتھ ادا کی جاتی ہے۔

گراں بہا ہے ترا گریۂ سحر گاہی
اسی سے ہے ترے نخل کہن کی شادابی!

میں نے جو دوڈھائی پارے حفظ کئے ہیں نماز میں ان کی طویل تلاوت کرتا ہوں۔اس سے دل کے تار چھڑ جاتے ہیں ـــــ اللہ تعالیٰ مجھے مقامِ محمود عطا فرمائے۔

نماز کے بعد اللہ تعالیٰ کے حضور گڑگڑاتے ہوئے طویل دعائیں کرتا ہوں۔ بزرگوں نے کہا ہے کہ دعا مانگتے ہوئے روؤ' گڑگڑاؤ' آنکھوں سے آنسو ٹپکاؤ ـــــ رونا نہ آتا ہو تو کم از کم رونے کا منہ تو بنالو۔ بقول اقبال ۔

واقف ہو اگر لذتِ بیداریٔ شب سے
اونچی ہے ثریا سے بھی یہ خاکِ پراسرار!

اور

خال خال اس قوم میں اب تک نظر آتے ہیں وہ
کرتے ہیں اشکِ سحرگاہی سے جو ظالم وضو!

مجھے محترم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کا اب سے کوئی تیس سال قبل دیا ہوا سورۃ المزمل کا وہ درس ابھی تک یاد ہے جس میں ڈاکٹر صاحب نے فرمایا تھا کہ کوئی مدرس بن سکتا ہے' معلم بن سکتا ہے' مربی و مزکی بن سکتا ہے' مفکر بن سکتا ہے' مگر داعی نہیں بن سکتا جب تک وہ یہ گھاٹی عبور نہ کرلے' اور وہ گھاٹی کیا ہے ـــــ قیام اللیل۔ ہمیں جائزہ لینا چاہئے کہ ہم میں سے کتنے ''داعیانِ'' دین اس پر عامل ہیں؟

عطار ہو' رومی ہو' رازی ہو' غزالی ہو
کچھ ہاتھ نہیں آتا بے آہِ سحرگاہی!

آج مجھے دین کے ان ''داعیوں'' کو دیکھ کر افسوس ہوتا ہے کہ جو قیام اللیل کے لئے اٹھنے سے عذر پیش کرتے ہیں کہ کیا کریں' تھکے ہوئے رات کو دیر سے سوتے ہیں' صبح آنکھ نہیں کھلتی۔ یہ اور بات ہے کہ رات کا خاصا حصہ ان کا سیر سپاٹے' گپ شپ یا ٹی وی دیکھنے

میں گزرتا ہے۔ میں تو یہی دعا کرتا ہوں ؎

کیا عجب میری نوا ہائے سحر گاہی سے
زندہ ہو جائے وہ آتش کہ تری خاک میں ہے!

اور

جوانوں کو مری آہِ سحر دے
پھر ان شاہین بچوں کو بال و پر دے!

آخر میں چند وضاحتیں کرتا چلوں۔

اوّل یہ کہ میں جن ''اذکارِ مسنونہ'' پر عمل کرتا ہوں وہ سب قرآن وسنت سے ماخوذ ہیں' میں سمجھتا ہوں کہ ان میں سے کسی پر کوئی اعتراض نہیں کیا جا سکتا ـــــ ہاں جہاں تک تعداد کا تعلق ہے کہ سو مرتبہ یا پچاس مرتبہ وغیرہ' اس کی احادیث میں شاید کوئی سند نہ ملے۔ لیکن کسی تعداد میں تو پڑھنا ہی ہے ـــــ پھر سو مرتبہ پڑھنے میں کیا حرج ہے؟

دوم یہ کہ نبی اکرم ﷺ سے بہت سی دعائیں اور اذکار مروی ہیں۔ اگر کوئی ساتھی یا بزرگ بعض دوسرے اذکار پر عامل ہیں تو ٹھیک ہے۔ لیکن وہ قرآن وسنت سے ماخوذ ہونے چاہئیں۔ پھر وہ اتنے زیادہ بھی نہ ہوں کہ پورا دن ان ہی کی نذر ہو جائے اور آدمی کسی اور کام کا نہ رہے اور اقامت دین کے فریضہ سے غافل ہو جائے۔

سوم یہ کہ معاشرہ میں بہت سے اوراد و وظائف رائج ہیں جن کا سلسلہ مختلف بزرگوں سے ملایا جاتا ہے ـــــ بزرگوں کی بزرگی کے تو ہم بھی قائل ہو سکتے ہیں (اگر وہ قرآن وسنت کا اتباع پوری طرح کرتے ہوں) مگر ؏ ''مستند ہے ان کا فرمایا ہوا'' کا درجہ ان کو نہیں دے سکتے۔ سند تو اللہ اور اس کے رسول ﷺ ہی ہیں' اس لئے اس فتنہ کے دور میں عافیت اسی میں ہے کہ قرآن وسنت کے دائرہ سے باہر نہ نکلا جائے۔

بقیہ: دینی اور دنیوی محبتوں کی کشمکش

اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنَا حُبَّکَ وَ حُبَّ حَبِیْبِکَ وَحُبَّ جِھَادٍ فِیْ سَبِیْلِکَ کَمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰی

اے اللہ! ہمیں اپنی محبت عطا فرما اور اپنے حبیب ﷺ کی محبت عطا فرما اور اپنے راستہ میں جہاد کی محبت عطا فرما' جس طرح تو پسند کرے اور تو راضی ہو جائے۔ آمین!

فرمانِ نبویؐ "اَلدِّیْنُ النَّصِیْحَۃُ" کی تعمیل میں

خاص طور پر "اَلنَّصِیْحَۃُ لِاَئِمَّۃِ الْمُسْلِمِیْنَ" کے ضمن میں

بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد کے اہم خطوط

جوانہوں نے وقتاً فوقتاً سربراہانِ حکومت کوارسال کئے

ع ''گاہے گاہے باز خواں ایں قصۂ پارینہ را!''

(۲)

شریف فیملی کے نام خطوط

پاکستان ہی نہیں اب عالمی سطح پر مشہور و معروف ''شریف فیملی'' کے ساتھ ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کا پہلا رابطہ اس طرح ہوا کہ دسمبر ۱۹۹۵ء میں جب ڈاکٹر صاحب عمرہ کی ادائیگی کے سلسلے میں مکہ مکرمہ میں تھے' اور ان دنوں ان کو گھٹنوں کی شدید تکلیف تھی جس کی بنا پر وہ طواف اور نماز بھی وہیل چیئر ہی پر ادا کرتے تھے' تو ایک شام جب نماز مغرب کے انتظار میں ڈاکٹر صاحب اپنی وہیل چیئر پر پہلی صف میں شریک تھے اچانک ایک مختصر جسم کے مالک سفید ریش بزرگ قدرے فاصلے سے اٹھ کر ڈاکٹر صاحب کے پاس آئے اور انہوں نے فرمایا: ''ڈاکٹر صاحب! کیا بات ہے؟ آپ وہیل چیئر پر ہیں!'' جس پر ڈاکٹر صاحب نے جواب دیا کہ ''میرے گھٹنوں میں درد ہے!'' اس پر ان صاحب نے فرمایا: ''اچھا اللہ آپ کو صحت دے! میں لاہور میں آپ سے ملاقات کروں گا!'' ـــــ اس پر ڈاکٹر صاحب نے کہا: ''آپ اپنا تعارف تو کرائیں' میں تو آپ سے واقف نہیں!'' جس کے جواب میں انہوں نے

فرمایا: ''میں میاں محمد شریف ہوں!'' تب ڈاکٹر صاحب کے ذہن میں بھی وہ تصویر ابھر آئی جو بے نظیر بھٹو کی وزارتِ عظمیٰ کے دَور میں جب میاں صاحب کو پولیس والوں نے ان کے دفتر سے گھسیٹ کر نکالا تھا تب اخبارات میں شائع ہوئی تھی۔ چنانچہ ڈاکٹر صاحب نے میاں صاحب کا تہہ دل سے شکریہ ادا کیا ــــ اور پھر جب ڈاکٹر صاحب حجاز سے واپسی پر ہوائی جہاز میں تھے' اور انہیں معلوم ہوا کہ میاں صاحب بھی اسی فلائٹ کے درجہ اوّل میں موجود ہیں تو ایک جوابی Courtesy visit کے طور پر ڈاکٹر صاحب تکلیف کے باوجود چل کر فرسٹ کلاس کے کیبن میں گئے اور میاں صاحب کو سلام کیا ــــ جس پر انہوں نے بارِ دگر فرمایا کہ: ''میں لاہور میں آپ سے ضرور ملاقات کروں گا!''

لیکن سال ۱۹۹۶ء پورا گزر گیا ــــ نہ میاں صاحب کی جانب سے کوئی رابطہ ہوا' نہ ڈاکٹر صاحب کی طرف سے ــــ لیکن جب فروری ۱۹۹۷ء میں ملک میں عام انتخابات ہوئے' جن کے نتیجے میں مسلم لیگ کو نہایت شاندار کامیابی حاصل ہوئی اور اتنا زبردست mandate ملا جو ۱۹۴۶ء کے بعد کبھی حاصل نہیں ہوا تھا ــــ تو ڈاکٹر صاحب کے دل میں بھی امید کے چراغ روشن ہو گئے کہ شاید اللہ کو پاکستان اور مسلمانانِ پاکستان پر پھر رحم آ گیا ہے اور عین ممکن ہے اب پاکستان کو اپنی بھولی ہوئی منزل دوبارہ یاد آ جائے اور ملک اسلامی نظام کے قیام اور شریعتِ اسلامی کے نفاذ کی جانب گامزن ہو جائے ــــ چنانچہ جمعہ (غالباً) ۱۵ فروری ۹۷ء کو ڈاکٹر صاحب نے جامع مسجد دارالسلام باغ جناح' لاہور میں اپنے خطابِ جمعہ میں نئی قیادت کو مفصل مشورے دیئے۔

اُسی رات کو بستر پر لیٹے ہوئے ڈاکٹر صاحب کو خیال آیا کہ کیوں نہ اس تقریر کا کیسٹ میاں محمد شریف صاحب کو ارسال کیا جائے اور ایک خط بھی تحریر کیا جائے ــــ اس کے نتیجے میں جو خط انہیں ارسال کیا گیا وہ ذیل میں ــــ (i) ــــ پر درج ہے ــــ اس خط کی ترسیل کے دوسرے ہی روز فون آیا کہ کل صبح نو بجے میاں محمد شریف صاحب اپنے تینوں صاحبزادوں میاں نواز شریف' میاں شہباز شریف اور میاں عباس شریف سمیت قرآن اکیڈمی آئیں گے۔ اس پر ڈاکٹر صاحب کو حیرت بھی ہوئی اور خوشی بھی! لیکن خیال یہی تھا کہ یہ نیک ارادہ غالباً پورا نہیں ہوگا' خاص طور پر اس لئے کہ اسی روز مسلم لیگ شیخوپورہ کے ایک اہم لیڈر کی نماز جنازہ عین اسی وقت پر طے تھی ــــ لیکن واقعہ یہ ہوا کہ عین مقررہ وقت پر چاروں ''شرفاء'' تشریف

لے آئے ـــــ چنانچہ مفصل گفتگو ہوئی اور گاڑھے وعدے ہوئے۔ دستور پاکستان میں ڈاکٹر صاحب کی تجویز کردہ ترامیم کے ضمن میں میاں نواز شریف نے فرمایا کہ اس میں قومی اسمبلی کی حد تک تو ہرگز کوئی دقت نہیں' اس لئے کہ ہمارے پاس دو تہائی سے زائد سیٹیں ہیں' دقت ہو سکتی ہے تو صرف سینٹ میں' جس پر ڈاکٹر صاحب نے فرمایا آپ اپنا کام کر گزریں' ہم سینٹ کے ارکان کے پاؤں بھی پکڑ لیں گے اور ان سے بھی ان شاء اللہ منوالیں گے۔ البتہ انسدادِ سود کے ضمن میں میاں شہباز شریف نے فرمایا کہ: ''اس کے لئے کم از کم تین سال کا عرصہ درکار ہوگا'' جس پر ڈاکٹر صاحب نے فرمایا کہ ''نہیں' یہ کام ایک سال میں ہو سکتا ہے!'' ـــــ اور اس پر نہایت پر جوش انداز میں میاں محمد شریف صاحب نے فرمایا کہ: ''نہیں' سود کو چھ ماہ کے اندر اندر ختم کر دو!''۔

لیکن پھر کئی ماہ تک کوئی دل خوش کن اطلاع تو نہیں آئی' البتہ سننے میں آیا کہ میاں محمد شریف بغرض علاج لندن تشریف لے گئے ہیں۔ جب وہ وہاں سے صحت یاب ہو کر لوٹے تو ڈاکٹر صاحب نے ایک اخباری اشتہار کے ذریعے انہیں صحت یابی پر مبارک باد بھی دی اور وعدوں کی یاددہانی کرائی۔ (یہ اشتہار ذیل میں ـــ (ii) پر درج ہے!) اس پر دوبارہ وہی حیران کن ردِ عمل ہوا کہ چاروں شرفاء نے دوبارہ قرآن اکیڈمی میں قدم رنجہ فرمایا ـــــ اور از سرِ نو اپنے وعدوں کی نہایت تاکیدی انداز میں توثیق فرمائی۔ اس پر ڈاکٹر صاحب نے اوّلاً ـــــ ایک اخباری اشتہار میں میاں نواز شریف کو مخاطب کر کے اپنی تجویز کو عوام تک بھی پہنچا دیا (یہ ـــ iii ـــ پر درج ہے!) ـــــ ثانیاً ایک مزید خط میاں محمد شریف صاحب کے نام ارسال کیا (جو ـــ iv پر درج ہے!) اور ـــــ ثالثاً تنظیم اسلامی کے ایک اعلیٰ سطحی وفد کے ساتھ وزیر اعظم ہاؤس میں' گویا سرکاری طور پر' حاضر ہو کر نواز شریف صاحب کی خدمت میں ایک مفصل یادداشت پیش کی (جو نمبر ـــ v ـــ پر درج ہے!) اُس وقت وزیر اعظم صاحب کے ساتھ ان کی ٹاپ کی پوری ٹیم بھی موجود تھی۔ اس موقع پر چونکہ ڈاکٹر صاحب دستور پاکستان میں مطلوبہ ترامیم کا پورا خاکہ تیار کر کے ساتھ لے گئے تھے' لہٰذا حاضرین میں سے جنرل مجید ملک صاحب نے فرمایا: ''میاں صاحب! انہوں نے تو اپنا کام پورا کر دیا ہے' اب آگے آپ کا کام ہے!'' ـــــ جس پر میاں نواز شریف نے راجہ ظفر الحق صاحب کو خطاب کر کے کہا کہ ''راجہ صاحب دستور میں ترمیم

کی تیاری کریں!''ــــــــ اس موقع پر ڈاکٹر صاحب نے وزیراعظم سے کہا کہ ''میاں صاحب! آپ کو اس پاکستان کی قدر و قیمت کا صحیح اندازہ نہیں ہو سکتا۔ پاکستان میں پہلے سے آباد لوگوں کو تو آزادی اور سلطنت خداداد اللہ تعالیٰ نے چھپر پھاڑ کر دے دی تھی' پاکستان کی قدر و قیمت ہم سے پوچھیں جنہوں نے بچپن میں تحریک پاکستان کے لئے در در کی خاک چھانی اور پھر حصار سے سلیمانکی تک کا ایک سو ستر میل کا فاصلہ بالفعل آگ اور خون کے دریا عبور کر کے پیدل بیس دنوں میں طے کیا تھا!'' اور یہ الفاظ کہتے ہوئے ڈاکٹر صاحب کی آنکھوں میں آنسو بھی آ گئے تھے' جس کا جملہ حاضرین نے بہت گہرا تاثر لیاــــ

لیکن افسوس صد افسوس کہ پھر کچھ نہیں ہوا۔ میاں صاحب نے دستورِ پاکستان میں چودھویں ترمیم کے ذریعے پارلیمنٹ اور خود اپنے ہاتھ تو خوب مضبوط کرا لئے لیکن ڈاکٹر صاحب کی مجوزہ ترامیم کا کہیں کوئی ذکر تک سننے میں نہ آیا۔ اس پر ڈاکٹر صاحب نے ایک اور اخباری اشتہار کے ذریعے یاددہانی کرائی۔ (یہ نمبر ــvi ــ پر درج ہے!)

پھر ان ہی دنوں پاکستان کی ''گولڈن جوبلی'' کا غلغلہ بلند تھا تو اس سلسلے میں بھی ڈاکٹر صاحب نے ایک جلی اشتہار ''پاکستان کی گولڈن جوبلی منانے والو' بالخصوص اراکین پارلیمنٹ! پہلے پاکستان کا قبلہ تو سیدھا کرلو!'' کے عنوان سے بڑے پیمانے پر (یعنی روزنامہ جنگ' نوائے وقت' خبریں' دن' اور The Nation میں) شائع کرایا۔ (یہ ــvii ــ پر درج ہے!)

پھر ایک اور خط میاں محمد شریف صاحب کے نام لکھا گیا (جو ــviii ــ پر درج ہے!)

اس کے بعد ڈاکٹر صاحب نے میاں نواز شریف کو مخاطب کر کے ایک مفصل خط تحریر کیا' جو ایک کرم فرما کی وساطت سے بالمشافہ ملاقات میں' جو ان کے ماڈل ٹاؤن والی کوٹھی میں ہوئی' انہیں دستی طور پر بھی دے دیاــــ اور ان کی اجازت سے پورا خط انہیں پڑھ کر بھی سنا دیا۔ یہ خط جو نمبر ــix ــ پر درج ہے' اس خط میں ڈاکٹر صاحب نے جس طرح اپنا دردِ دل بیان کیا ہے' اور گویا کلیجہ چیر کر رکھ دیا ہے اس سے ایک داعی الی الحق کا اعلیٰ کردار سامنے آتا ہے!

متذکرہ بالا خط ۱۳ر جولائی ۹۸ء کو پیش کیا گیا تھاــــ اس کے بعد بالفعل وہ

صورت پیدا ہوگئی کہ ع ''اے بسا آرزو کہ خاک شدہ!'' ـــــ اور ؎ ''ہم کو ان سے وفا کی ہے امید ـــــ جو نہیں جانتے وفا کیا ہے!''

اور اس کے بعد جب پندرھویں ترمیم کا دھماکہ ہوا تو ڈاکٹر صاحب کو شدید صدمہ ہوا۔ اور انہوں نے اس سلسلے کا آخری خط تو راجہ ظفر الحق صاحب کے نام لکھا جو اس وقت وفاقی وزیر مذہبی اُمور تھے (جو ذیل میں نمبر ـــ x ـــ پر درج ہے)۔ البتہ ایوان اقبال میں منعقد ہونے والے جلسے میں' جس میں میاں نواز شریف بھی موجود تھے' اس پر شدید تنقید کی۔ جس پر ڈاکٹر جاوید اقبال صاحب جو اس جلسے میں سٹیج پر میاں صاحب کے ساتھ ہی تشریف فرما تھے راوی ہیں کہ ان سے میاں نواز شریف نے فرمایا: ''دیکھیں عجیب بات ہے کہ پہلے یہ کہتے تھے کہ شریعت نافذ کرو اور اب میں نے بل پیش کر دیا ہے تو تنقید کر رہے ہیں!

اس ضمن میں ''سرِ راہے'' یہ وضاحت بھی ہو جائے تو مناسب ہے کہ سابق صدرِ پاکستان جناب محمد رفیق تارڑ صاحب نے بھی اپنے ایک انٹرویو میں' جو روزنامہ نوائے وقت راولپنڈی میں حال ہی میں شائع ہوا ہے' یقیناً غلط اطلاع کی بنا پر یہ طنزیہ غلط بیانی کی ہے کہ ایک دینی تنظیم کے سربراہ نے پہلے تو پندرھویں ترمیم میں کچھ چیزیں شامل کرائیں اور پھر جب بل سامنے آیا تو کہہ دیا کہ اس کے ذریعے تو میاں نواز شریف امیر المومنین بننے کی فکر میں ہیں ـــــ حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ پندرھویں ترمیم میں ایک بات بھی ڈاکٹر صاحب کی تجویز کردہ ترامیم میں سے شامل نہیں تھی' نہ ہی اس کے شائع ہو جانے تک ڈاکٹر صاحب کے علم میں اس کی کوئی بات آئی تھی ـــــ اس کا مسودہ کل کا کل جناب ریاض الحسن گیلانی ایڈووکیٹ کا تیار کردہ تھا 'اور ڈاکٹر صاحب کی جانب سے تنقید پر وہ ڈاکٹر صاحب کو قائل کرنے کے لئے خود ڈاکٹر صاحب کے پاس تشریف بھی لائے تھے' لیکن کسی قدر مفصل گفتگو کے بعد وہ یہ کہہ کر رخصت ہوئے کہ: ''ڈاکٹر صاحب! میں اس سے قبل قاضی حسین احمد صاحب سے ملا تھا' تو انہیں تو میں نے قائل کر لیا تھا' لیکن آج آپ کے پاس سے میں خود قائل ہو کر جا رہا ہوں' اور اجازت چاہتا ہوں کہ آئندہ بھی 'رہنمائی' حاصل کرنے کے لئے حاضر ہوتا رہوں!'' ـــــ اس تمہید کے بعد پڑھیئے وہ خطوط اور اشتہارات جن کا ذکر اوپر آیا ہے ـــــ (ادارہ)

—— (i) ——

۱۸رفروری ۱۹۹۷ء

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'

اُمید ہے کہ آپ بفضلہٖ تعالیٰ بخیر وعافیت ہوں گے۔

آپ سے ایک ملاقات تقریباً سوا سال قبل حرم شریف میں ہوئی تھی۔ میری چونکہ اس سے قبل آپ سے کوئی بالمشافہ ملاقات نہیں ہوئی تھی' لہٰذا میں تو پہچان نہیں سکا تھا۔ البتہ آپ کا کرم تھا کہ آپ مجھے Wheel chair پر بیٹھے دیکھ کر میری مزاج پرسی کے لئے خود چل کر آئے تھے —— اور آپ نے یہ بھی فرمایا تھا کہ میں لاہور میں ملاقات کے لئے آؤں گا۔ میں نے آپ کی اس کرم فرمائی کی بنا پر اپنا فرض سمجھا تھا کہ جب جدہ سے واپسی کے سفر کے دوران معلوم ہوا کہ آپ بھی اسی فلائٹ پر تشریف فرما ہیں' تو اپنے اکانومی کے کیبن سے آپ کے فرسٹ کلاس کے حصے میں اپنی گھٹنوں کی شدید تکلیف کے باوجود چل کر گیا تھا تاکہ آپ کو سلام کرسکوں —— کچھ خیال یہ بھی ہے کہ اُس وقت بھی آپ نے دوبارہ یہ ارادہ ظاہر فرمایا تھا کہ لاہور میں ملاقات کے لئے تشریف لائیں گے۔

بعد میں تاحال آپ تو اپنی شدید مصروفیات کی بنا پر تشریف نہ لاسکے۔ ادھر میں نے بھی اس اصول کے تحت حاضر ہونا مناسب نہیں سمجھا کہ دین کے خادموں کا امراء کے گھروں پر حاضری دینا پسندیدہ بات نہیں ہے۔

اب حال ہی میں پاکستان کے حالات میں جو ''انقلاب'' آیا ہے' اس کے پیش نظر میں عریضہ ہٰذا کے ذریعے ''نصف ملاقات'' کی حاضری دے رہا ہوں۔

آپ کے صاحبزادوں کو اللہ تعالیٰ نے ملکی سیاست کے میدان میں غیر متوقع طور پر جو عظیم کامیابی عطا فرمائی ہے وہ ایک جانب اگر اللہ کے عظیم فضل واحسان کی مظہر ہے' تو دوسری جانب اتنے ہی بڑے ابتلاء وامتحان کا ذریعہ بھی ہے۔ اور شدید اندیشہ ہے کہ اس میں ناکامی نہ صرف ان کے اور آپ کے پورے خاندان کے لئے بلکہ پورے پاکستان کے لئے نہایت تباہ کن ثابت ہو۔

اس موقع کی اہمیت کے پیش نظر میں نے جمعہ ۱۴رفروری کو مسجد دارالسلام' باغ جناح'

لاہور میں جو تقریر کی تھی' اور اس میں فرمانِ نبویؐ ''اَلدِّیْنُ النَّصِیْحَۃُ'' کے مطابق جو کچھ عرض کیا تھا' مجھے خوب اندازہ ہے کہ میاں محمد نواز صاحب یا میاں محمد شہباز صاحب کے پاس تو اس وقت یہ ممکن ہی نہیں ہوگا کہ وہ اسے سننے کے لئے وقت نکال سکیں ——— لہٰذا کچھ اسی سبب سے' اور کچھ اس بنا پر کہ مجھے خوب اندازہ ہے کہ آپ کے خاندان میں خالص مشرقی تہذیب کے اثرات بہت حد تک باقی ہیں اور آپ کے صاحبزادے آپ کے زیر اثر ہی نہیں' تابع فرمان بھی ہیں' میں آپ کی خدمت میں اپنی تقریر کے آڈیو کیسٹس ارسال کر رہا ہوں تاکہ اگر آپ کے لئے ممکن ہو تو آپ وقت نکال کر ان کی سماعت فرمالیں۔

پھر اگر آپ کو کسی معاملے میں مزید وضاحت کی ضرورت محسوس ہو تو آپ تشریف لانے کی زحمت گوارا کرسکیں تو یہ میرے لئے موجب اعزاز ہوگا۔ اور اگر مجھے طلب فرمائیں تو بھی اس مقصد کے لئے سر کے بل حاضر ہونا موجب سعادت سمجھوں گا۔ فقط والسلام مع الاکرام!

خاکسار اسرار احمد عفی عنہ

——— (ii) ———

میاں محمد شریف بالقابہ

آپ کی بخیر و عافیت وطن واپسی آپ کے جملہ متعلقین اور

ملک و ملت کو مبارک ہو

اس ''متاع الی حین'' (الانبیاء:۱۱۱) کو غنیمت سمجھیں

اور اپنے پورے اثر و رسوخ کو بھرپور طور پر بروئے کار لا کر

ملک کی معیشت کو سود کی لعنت اور دستورِ پاکستان کو ''منافقت'' سے پاک

کرنے کے عمل کا کم از کم آغاز فی الفور کرا دیں! اللہ تعالیٰ اس پر آپ کو یقیناً اجر عظیم عطا فرمائے گا! ——— ورنہ کیا معلوم کہ مہلت عمر کب ختم ہو جائے!

آپ کا خیر خواہ

ڈاکٹر اسرار احمد

عفی اللہ عنہ وعنکم!

(iii)

میاں محمد نواز شریف!

پاکستان واقعتاً شدید ترین داخلی و خارجی مشکلات سے دوچار ہے

جن سے عہدہ برآ ہونا **اللہ کی مدد** کے بغیر ناممکن ہے!

لہٰذا اولاً ___ سُود کا خاتمہ کر کے اللہ اور رسولؐ سے جنگ بند کرو!

(اس کے لئے حکومتی سطح پر سود کی ادائیگی اور وصولی فی الفور بند کی جائے' اور آئندہ بینکوں کو گورنر سٹیٹ بینک آف پاکستان کے سرکلر مجریہ ۱۹۸۰ء کا نئے مالی سال سے ازسرنو پابند کیا جائے!)

ثانیاً ___ قرآن وسنت کو پاکستان کا سپریم لاء قرار دینے کے لئے دستور میں ضروری ترامیم کرو! (اس کے لئے فیڈرل شریعت کورٹ آف پاکستان کے سابق چیف جسٹس ڈاکٹر تنزیل الرحمٰن کا گرانقدر مقالہ آپ کو ارسال کیا جا چکا ہے!)

ثالثاً ___ اپنے ان تمام وعدوں کا پاس کرو جو اپنے والد ماجد کے ہمراہ ۲۳ر فروری ۹۷ء کو قرآن اکیڈمی تشریف لا کر کئے تھے!

ورنہ شدید اندیشہ ہے کہ:

ع ''تمہاری داستاں تک بھی نہ ہوگی داستانوں میں!''

خادم اسلام وقرآن: ڈاکٹر اسرار احمد 'امیر تنظیم اسلامی

(iv)

۲۰ مئی ۱۹۹۷ء

مکرمی و معظمی میاں محمد شریف صاحب دام ظلکم!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!!

امید ہے کہ آپ اللہ کے فضل وکرم سے صحت وعافیت کے ساتھ ہوں گے!

آپ نے اپنے تینوں صاحبزادوں کے ساتھ دو مرتبہ ''قرآن اکیڈمی'' حاضری

دے کر'' (اگر آپ میرے غریب خانے پر آتے تو میں ''تشریف آوری'' کے الفاظ استعمال کرتا۔ لیکن چونکہ آپ قرآن اکیڈمی میں آئے تھے' جو ایک ''قرآنی خانقاہ'' ہے اس لئے یہ الفاظ استعمال کر رہا ہوں!) جو محیر العقول اور عوام کے نزدیک ناقابلِ یقین کارنامہ سرانجام دیا ہے' اس پر آپ کا اخروی اجر و ثواب تو یقینی ہے ہی' پاکستان کے مستقبل کے بارے میں امیدوں کے چراغ بھی از سرِ نو روشن ہو گئے ہیں! ___ میں اس عریضے کے ساتھ ایک مختصر سا چار ورقی کتابچہ ارسال کر رہا ہوں' جو ہم نے اللہ کے فضل و کرم سے لاکھوں کی تعداد میں طبع کرا کے مفت تقسیم کیا ہے۔ اس میں نبی اکرم ﷺ کی جو پیشین گوئیاں درج ہیں کچھ ان کی بنا پر' اور کچھ اس تاریخی حقیقت کے پیش نظر کہ گزشتہ چار سو سال سے تجدید و احیاء دین کا سارا عمل برعظیم پاک و ہند ہی میں مرکوز رہا ہے' مجھے تو بہت پہلے سے یہ یقین حاصل ہے کہ' ان شاء اللہ' اسلام کے موعودہ عالمی غلبہ کا آغاز سرزمین پاکستان اور افغانستان ہی سے ہو گا۔ اب کل ہی افغانستان کے حالات میں جو مزید بہتری پیدا ہوئی ہے' اسی سے امیدوں کے چراغ مزید روشن ہو گئے ہیں۔ اب اللہ کرے کہ آپ کی ہدایت کے مطابق میاں محمد نواز شریف بھی جلد از جلد' کم از کم دستوری سطح پر' پاکستان کے ایک مکمل اسلامی ریاست اور ''خلافت علیٰ منہاج النبوۃ'' قرار پانے کے تقاضے پورے کرا لیں' تو تاریخ کا دھارا تیزی کے ساتھ اس رخ پر بہہ نکلے جس کی خبریں نبی اکرم ﷺ نے دی ہیں ___!!

میں نے آپ کی خدمت میں حاضری کے ضمن میں جس رکاوٹ کا تذکرہ اپنے پہلے خط میں کیا تھا ___ وہ اب مکمل طور پر رفع ہو چکی ہے۔ یعنی جب پہل' اور وہ بھی اتنی نمایاں طور پر' آپ کی جانب سے ہو گئی ہے' تو اس ''فقیر'' کی ''در امیر'' پر حاضری میں کوئی قباحت باقی نہیں رہی! لہٰذا آئندہ اگر آپ اپنی سہولت کے مطابق مجھے طلب فرما لیا کریں تو میں اللہ کے دین کی خاطر سر کے بل حاضر ہونے کو سعادت سمجھوں گا۔

اسی طرح اگر آپ مجھے ایسے فون نمبر عنایت فرما دیں جن پر آپ سے براہِ راست بلا تکلف بات ہو سکے ___ اور ساتھ ہی مطلع فرما دیں کہ اس کے لئے موزوں اوقات کون سے ہوں گے ___ تو میں ممنون ہوں گا۔ اور یقین دلاتا ہوں کہ آپ کو بلاوجہ اور بے وقت ہرگز پریشان نہیں کروں گا!

میں آپ کو اس بات کا بھی یقین دلاتا ہوں کہ اگرچہ الحمد للہ کہ ۶۵ برس کی عمر کے دوران میں نے کبھی اپنی عزت نفس کا کسی سے سودا نہیں کیا ہے' تاہم پاکستان میں اسلامی نظام کے قیام کے ضمن میں جو شخص بھی مؤثر و معاون ہو سکتا ہو میں اپنے آپ کو اس کے ادنیٰ

خادموں میں شمار کرنے کو اپنے لئے باعث سعادت سمجھوں گا ـــــــ اور میں سمجھتا ہوں کہ اس وقت آپ اس معاملے میں سرفہرست ہیں!

آپ سے براہ راست رابطہ کو اپنے لئے مشکل سمجھتے ہوئے ہی میں نے اخباری اشتہار کو ذریعہ بنایا تھا۔ اس اشتہار کی ایک enlarged نقل اس عریضے کے ساتھ ملفوف ہے۔ اسے اپنے سامنے کسی نمایاں جگہ پر رکھیں۔ ان شاء اللہ یہ عبارت آپ کی دینی و روحانی ترقی کا ذریعہ بنے گی۔ فقط والسلام مع الاکرام! خاکسار ڈاکٹر اسرار احمد عفی عنہ

پ ن: میں ان شاء اللہ کل راولاکوٹ جاؤں گا اور پرسوں اسلام آباد آ جاؤں گا۔ ۲۳ر کی شام کو وزیر اعظم ہاؤس میں حاضری ہو گی۔ ۲۶ر کو لاہور واپسی ہو گی۔ ان شاء اللہ۔

ـــــ (v) ـــــ

میاں محمد نواز شریف!

پارلیمنٹ کی بالادستی میں عجلت مبارک! لیکن اللہ اور رسولؐ سے جنگ بندی، اور قرآن و سنت کی بالادستی میں

تاخیر کیوں؟

جبکہ ملک و ملت ہی نہیں، خود آپ کی اور آپ کے جملہ جماعتی، پارلیمانی اور خاندانی متعلقین کی خیر بھی

اسی میں ہے کہ: **''دوڑو اللہ کی طرف''** الذاریات آیت ۵۰

''اور ڈرو اس دن سے جب کوئی کسی کے کام نہ آ سکے گا' نہ کوئی سفارش قبول ہو گی' نہ کوئی فدیہ لیا جائے گا' اور نہ ہی (کسی بھی جانب سے) کوئی مدد حاصل ہو سکے گی''۔

(البقرۃ: ۴۸ ـــــ اور یہی مضمون البقرۃ: ۱۲۳)

الداعی الی الخیر **ڈاکٹر اسرار احمد** عفی عنہ وغفرلہ

(vi)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یادداشت

بخدمت گرامی میاں نواز شریف وزیراعظم پاکستان' السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

محترم میاں صاحب! اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس وقت جو حیثیت عطا فرمائی ہے وہ ایک جانب بہت بڑا اعزاز واکرام ہے تو دوسری طرف اتنی ہی بڑی آزمائش اور امتحان بھی ہے۔

محترم میاں صاحب! اس حقیقت کا آپ کو تو خود ایک بار تجربہ ہو چکا ہے کہ حکومت و اقتدار ہرگز کوئی مستقل اور دائمی چیزیں نہیں ہیں۔ بقول اقبال ع ''جو تھا نہیں ہے' جو ہے نہ ہوگا' یہی ہے اک حرف محرمانہ''۔ لہٰذا اس مملکت خداداد پاکستان میں اسلامی ریاست یا بالفاظ دیگر نظامِ خلافت کے لئے دستور سازی کا جو عمل قراردادِ مقاصد سے شروع ہوا تھا اسے جلد از جلد پایہ تکمیل تک پہنچا کر برعظیم پاک و ہند میں اسلام کی نشاۃ ثانیہ کے اس عمل کو ''بھٹکے ہوئے آہو کو پھر سُوئے حرم لے چل'' کے مصداق صحیح رخ پر ڈال دیجئے' جو حضرت مجدد الف ثانیؒ سے علامہ اقبال تک کے چار سو سالہ عمل تجدید و احیاء دین پر مستزاد مسلمانانِ ہند کی نوے سالہ قومی مساعی جن کو بالآخر قائداعظم محمد علی جناح کی زیرک اور ولولہ انگیز رہنمائی اور لاکھوں مسلمانوں کی جانوں اور ہزارہا خواتین کی عصمتوں کی قربانیوں نے قیامِ پاکستان کی منزل تک پہنچایا تھا۔ تاکہ ایک جانب آپ اللہ اور رسولؐ کے محبوب بن جائیں اور دوسری جانب مسلمانان پاکستان ہی نہیں' اسلامیانِ عالم کی آنکھوں کا تارا بن جائیں!

محترم میاں صاحب! پاکستان کے دستور میں اگرچہ ایک جانب اسلامی ریاست اور نظامِ خلافت کے جملہ دستوری تقاضے بتمام وکمال موجود ہیں' لیکن دوسری جانب انہیں بالکل غیر مؤثر اور پابند سلاسل کرنے والی دفعات بھی موجود ہیں۔ اب اللہ کی نصرت و تائید کے بھروسے پر اور ایک جرأتِ مؤمنانہ کے ساتھ صرف چند لفظی ترامیم سے سلطنت خداداد پاکستان کو کم از کم دستوری سطح پر اس عالمی خلافت علیٰ منہاج النبوت کا نقطۂ آغاز بنایا جا سکتا ہے جس کے عالمی سطح پر قیام کی نویدِ جانفزا نبی اکرم ﷺ کی صحیح احادیثِ مبارکہ میں موجود ہے۔ اور وہ لفظی ترامیم حسب ذیل ہیں:

۱) الحمد للہ کہ ہمارے دستور میں ''قراردِ مقاصد'' دفعہ ۲ الف کی حیثیت سے موجود ہے' جو اُصولی اعتبار سے اسلامی ریاست یا نظام خلافت کے پورے اساسی فلسفے کو اپنے اندر سموئے ہوئے ہے۔ اس کے ضمن میں صرف اس چند لفظی صراحت کی مزید ضرورت ہے

کہ ''یہ قرارداد پورے دستور پر کلی طور پر حاوی ہوگی''۔
۲) دفعہ ۲۲۷ الف کو اس تشریح کے اضافے کے ساتھ کہ ''قرآن اور سنتِ رسول ﷺ کو پاکستان کے اعلیٰ ترین قانون کی حیثیت حاصل ہوگی'' دفعہ ۲ ب کی حیثیت سے قراردادِ مقاصد کے ساتھ ملحق کر دیا جائے۔
۳) دفعہ ۴۵ میں یہ صراحت کی جائے کہ صدر مملکت اس دفعہ کے تحت حاصل شدہ اختیار کو شرعی حدود کے ضمن میں شریعت اپیلیٹ بنچ آف سپریم کورٹ آف پاکستان کے فیصلوں میں کسی کمی یا تبدیلی کے لئے استعمال نہیں کر سکیں گے۔
۴) فیڈرل شریعت کورٹ اور سپریم کورٹ آف پاکستان کے شریعت اپیلیٹ بنچ کے سلسلے میں ضروری ہے کہ:
i) ان کے جج صاحبان کی شرائط ملازمت کو ہائی کورٹ اور سپریم کورٹ کے جج صاحبان کے مساوی بنایا جائے۔ اور
ii) ان میں مستند اور جید علماء کی معتد بہ تعداد کی شمولیت لازمی بنائی جائے' (اس سلسلے میں خالص فنی اصطلاحات اور دستوری دفعات کے حوالوں کے ساتھ مطلوبہ ترامیم اس عریضے کے ساتھ منسلک ہیں)
۵) فیڈرل شریعت کورٹ کے قیام کے بعد اسلامی نظریاتی کونسل ایک غیر ضروری ادارہ ہے' اسے ختم کر کے اخراجات کی بچت کی جائے۔ گویا دستور کی دفعہ ۲۲۷ کی شق (i) اور (iii) کے علاوہ دستور کے پورے حصہ نہم کو ختم کر دیا جائے۔
جہاں تک مُلکی معیشت کو سود کی لعنت سے پاک کر کے اللہ اور رسول ﷺ سے جنگ بند کرنے کا سوال ہے' جس کا اعلان بحمد اللہ خود آپ بھی اپنے نشری خطاب میں علیٰ رؤس الاشہاد کر چکے ہیں' درج ذیل دو صورتوں میں سے ایک کو فوری طور پر اختیار کر لیا جائے:
(i) فیڈرل شریعت کورٹ کے فیصلے کے خلاف سپریم کورٹ میں دائر شدہ اپیل واپس لے کر فیڈرل شریعت کورٹ ہی سے اس کے فیصلے کی تعمیل کے لئے ایک سال کی مزید مہلت کی درخواست کی جائے۔
(ii) سپریم کورٹ میں دائر شدہ اپیل کی فوری سماعت کا اہتمام کیا جائے اور اس کے لئے اپیلیٹ بنچ فی الفور تشکیل دیا جائے اور اس کی سماعت کے دوران متبادل نظام کی تدوین کی مساعی جاری رکھی جائیں تاکہ اپیل کے فیصلے کے بعد تعمیل کے لئے مزید مہلت کی ضرورت نہ ہو۔

۲۴ مئی ۱۹۹۷ء

برائے مرکزی مجلس عاملہ تنظیم اسلامی پاکستان
ڈاکٹر اسرار احمد امیر تنظیم اسلامی

—— (vii) ——

پاکستان کی **گولڈن جوبلی** منانے والو!

بالخصوص اراکین پارلیمنٹ!!

پہلے پاکستان کا قبلہ تو سیدھا کرلو!

یعنی —— اولاً: دستور پاکستان میں حسب ذیل ترامیم فوراً کروالو کہ:

۱) دفعہ ۲ کی شق (الف) یعنی "قراردادِ مقاصد" کے ضمن میں یہ صراحت کہ یہ پورے دستور پر حاوی ہوگی!

۲) اسی دفعہ میں شق (ب) کا یہ اضافہ کہ: "پاکستان میں کسی بھی سطح پر کوئی قانون سازی کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ کے منافی نہیں کی جاسکے گی"۔

۳) فیڈرل شریعت کورٹ پر دستور پاکستان، عدالتی قوانین اور مسلم پرسنل لاء کے ضمن میں عائد شدہ پابندیوں کا خاتمہ!

۴) فیڈرل شریعت کورٹ کے جج صاحبان کی شرائط وقواعد ملازمت کی سطح ہائی کورٹ اور سپریم کورٹ کے مساوی ہو۔

ثانیاً: پاکستانی معیشت کو سود سے پاک کر کے اللہ اور رسول ﷺ کے خلاف جنگ فوری طور پر بند کردو!

ورنہ کہیں ایسا نہ ہو کہ

پہلے ۲۵ ویں سال کے دوران تو ملک دولخت ہوگیا تھا۔ اب مزید ۲۵ سال پورے ہونے پر کوئی زیادہ بڑا عذاب مسلط ہو جائے —— معاذ اللہ!

ع "حذر اے چیرہ دستاں، سخت ہیں فطرت کی تعزیریں!"

الداعی الی الخیر **ڈاکٹر اسرار احمد**

صدر انجمن خدام القرآن، امیر تنظیم اسلامی، داعی تحریک خلافت پاکستان

(viii)

۹ / جون ۱۹۹۷ء

مخدومی و معظمی میاں محمد شریف صاحب دام ظلکم!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے امید واثق ہے کہ آپ مع جمیع متعلقین بخیر و عافیت ہوں گے!

میں نے ایک عریضہ ۲۰ / مئی کو ارسال خدمت کیا تھا۔ پچھلے دنوں آپ کے دفتر سے رابطہ قائم کرنے پر اندیشہ ہوا کہ شاید وہ آپ تک نہیں پہنچا بلکہ ادھر ادھر ہو گیا ہے ــــ بنا بریں ایک تو آپ کو اس کی نقل ارسال کر رہا ہوں' اور ثانیاً ــــ اپنے ۶ / جون کے خطاب جمعہ کا کیسٹ بھی ارسال خدمت ہے۔ اس میں مَیں نے ایک تو میاں نواز شریف صاحب کی حکومت کی افغان پالیسی کی بھرپور تائید کرتے ہوئے مزید مشورہ دیا ہے کہ اب افغانستان کے ساتھ ''کنفیڈریشن'' کی جانب غور کریں ــــ دوسرے جمعہ کی تعطیل کے ضمن میں دوبارہ مشورہ دیا ہے کہ نصف یوم کی تعطیل پہلے آدھے دن کی ہونی چاہئے' اس لئے کہ قرآن وسنت کے ساتھ بھی یہی زیادہ مناسبت رکھتی ہے۔ اور دن کے پچھلے پہر تو پھر بھی کم از کم یورپ کے کاروباری اداروں اور بینکوں سے رابطہ ہو سکتا ہے' پہلے حصے کے دوران تو وہاں رات ہوتی ہے ــــ تاہم جمعہ کے دن کے نصف اوّل کی تعطیل کو پھر تمام نیم سرکاری اداروں پر بھی لازماً نافذ ہونا چاہئے!

اسی طرح میں نے بھارت کے ساتھ تعلقات کو معمول پر لانے کی بھی بھرپور تائید کی ہے' مگر اس شرط کے ساتھ کہ پہلے دستور میں مجوزہ ترامیم کر کے پاکستان کی نظریاتی اساس اور دینی تشخص کو مستحکم کر لیا جائے۔ بصورتِ دیگر یہ عمل ''خودکشی'' کے مترادف ہو گا۔ آپ کے ساتھ سلسلہ جنبانی کی مبالغہ آمیز خبروں نے میرے لئے بڑی مشکل پیدا کر دی ہے۔ اب روزانہ لوگ بالمشافہ یا فون پر اپنی شکایات اور تکالیف کے ازالے کے لئے آپ سے یا وزیر اعظم یا وزیر اعلیٰ سے سفارش کے لئے زور دیتے ہیں۔ میں سب کو ایک ہی جواب دے رہا ہوں۔ اور وہ یہ کہ میں نے شریف فیملی سے صرف دین کی بات کی ہے' اور اسی پر زور دیئے رکھنا چاہتا ہوں اور کسی بھی دوسری بات کے ذریعے اسے dilute نہیں کرنا چاہتا ــــ تاہم ایک صاحب جو ایک بڑی انقلاب آفریں ایجاد کے مدعی ہیں ان کے کاغذات آپ کو بھیج رہا

ہوں' میرے خیال میں آپ انہیں ایک ملاقات کا موقع ضرور دے دیں ــــ اکثر و بیشتر تاریخ ساز ایجادات اسی اتفاقی انداز میں ہوتی ہیں' کیا عجب کہ اس کے ذریعے بھی اللہ تعالیٰ پاکستان کی مدد کرنا چاہتا ہو۔

آپ اگر مجھے کوئی ایسے فون نمبروں کی اطلاع دے دیں جن پر آپ سے بآسانی رابطہ ہوسکتا ہو تو ممنون ہوں گا ــــ یہ آپ کو اندازہ ہو ہی گیا ہو گا کہ بحمد اللہ' میری ذاتی ''غرض'' کوئی نہیں ہے۔ صرف ملک و ملت کی بہتری ہی کے لئے ضرورت محسوس ہوئی تو آپ کو تکلیف دوں گا۔

یہ میں اپنے پہلے خط میں بھی لکھ چکا ہوں کہ دین و وطن کے مفاد اور مصلحت کے لئے آپ جب چاہیں' اور جہاں چاہیں مجھے طلب فرمالیں۔ بشرط صحت و فرصت سر کے بل بھی حاضر ہو جاؤں گا۔

فقط والسلام
خاکسار اسرار احمد عفی عنہ

(ix)

۱۳ر جولائی ۱۹۹۸ء

محترمی میاں محمد نواز شریف صاحب' وزیر اعظم پاکستان

وفقنا اللہ وایاکم لما یحب ویرضٰی!

(اللہ ہمیں اور آپ کو ہر اس کام کی توفیق عطا فرمائے جو اسے پسند اور محبوب ہو!)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!!

سب سے پہلے تو میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ نے ملاقات کا موقع عطا فرمایا۔ اور اللہ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ اس ملاقات کو میرے لئے' آپ کے لئے اور ملک و ملت کے لئے مفید بنائے' آمین!

اما بعد ــــ آپ کی خدمت میں حاضری کا پہلا مقصد تو یہ ہے کہ اوّلاً آپ سے دریافت کروں کہ جب آپ گزشتہ سال دو مرتبہ اپنے والد ماجد اور دونوں برادران کے ساتھ میری قرآنی خانقاہ میں تشریف لائے' اور پھر ایک بار میں ایک وفد کے ساتھ پرائم منسٹر ہاؤس اسلام آباد میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا' تو ان مواقع پر آپ نے دستورِ پاکستان

میں قرآن وسنت کی بلا استثناء بالا دستی کے لئے ضروری ترامیم اور سود کے انسداد کے ضمن میں جن عزائم کا اظہار فرمایا تھا' ان کی تعمیل میں تاحال تاخیر کیوں ہوئی؟ ــــ اور ثانیاً آپ سے پھر دست بستہ درخواست کروں کہ اب بلا تاخیر ان دونوں کاموں کو سرانجام دے کر عظیم ''دینی دھماکہ'' کرگزریئے اور اس میں کسی لیت ولعل کو راہ نہ پانے دیجئے!

ـ ''ہاں بھلا کر ترا بھلا ہوگا۔ اور درویش کی صدا کیا ہے!''

اس ضمن میں دستوری ترامیم کا ایک مسودہ ہم نے بھی آپ کی خدمت میں اسلام آباد کی ملاقات کے موقع پر پیش کیا تھا۔ بعد میں معلوم ہوا کہ آپ کے پہلے دورِ وزارتِ عظمیٰ کے دوران' مولانا عبدالستار نیازی صاحب نے جو اس وقت وفاقی وزیر امور مذہبی تھے' ایک نفاذِ شریعت گروپ قائم کیا تھا اور اُس نے بھی دستوری ترامیم کا ایک مفصل خاکہ مرتب کر کے آپ کی خدمت میں پیش کر دیا تھا۔ ان چیزوں کی موجودگی میں اب کوئی دقت باقی نہیں رہی ہے۔ آپ نے اسلام آباد والی ملاقات میں دو مرتبہ راجہ ظفر الحق صاحب سے خطاب کر کے فرمایا تھا کہ ''راجہ صاحب! پھر دستوری ترامیم کی تیاری کیجئے!'' براہ کرم اب اس میں مزید تاخیر نہ کریں اور راجہ صاحب ہی کے ذمہ یہ کام لگا دیں' وہ چاہیں تو لاہور کے جناب محمد اسماعیل قریشی ایڈووکیٹ اور کراچی سے چیف جسٹس (ر) ڈاکٹر تنزیل الرحمٰن صاحب کا تعاون حاصل کر سکتے ہیں' پھر موجودہ صدر مملکت عالی جناب محمد رفیق تارڑ صاحب اور جسٹس خلیل الرحمٰن صاحب بھی تعاون اور نگرانی فرما سکتے ہیں!

اسی طرح انسدادِ سود کے لئے جو کمیٹی آپ نے راجہ صاحب ہی کی سرکردگی میں بنائی تھی' وہ عرصہ ہوا کہ اپنا کام کر کے رپورٹ آپ کی خدمت میں پیش کر چکی ہے۔ قرآن اکیڈمی کی ملاقات میں آپ کے والد ماجد مدظلہ' نے زور دے کر فرمایا تھا کہ ''انسدادِ سود کا کام ایک سال میں مکمل کیا جائے''۔ اب تو ڈیڑھ سال ہونے کو آیا ہے۔ خدا کے لئے اس معاملے میں بھی جرأت ایمانی اور ہمت مردانہ سے کام لیجئے اور کم از کم اس رپورٹ کی implementation کا تو فوری طور پر آغاز فرما دیجئے۔ اللہ آپ کو اس کی ہمت اور توفیق عطا فرمائے!

ظاہری اعتبار سے تو مجھے آپ سے اس وقت یہی دو باتیں کہنی ہیں' جن کے ضمن میں کچھ مزید گزارشات میں زبانی عرض کر دوں گا۔

لیکن زیادہ گہرائی میں اور خالص ذاتی سطح پر مجھے آپ سے ایک بات اور عرض کرنی ہے جس کے لئے پہلے ایک تمہید ضروری ہے۔

وہ تمہید یہ ہے کہ اس مملکت خداداد پاکستان میں' قائداعظم اور خان لیاقت علی خان کے بعد اللہ تعالیٰ نے دو اشخاص کو عظیم مواقع عطا فرمائے' لیکن وہ دونوں ان سے فائدہ اٹھانے اور ان کا حق ادا کرنے میں بری طرح ناکام رہے: ایک ذوالفقار علی بھٹو جسے موقع ملا تھا کہ وہ اس ملک کا کم از کم ماؤزے تنگ بن سکتا تھا' جس سے ملک سے جاگیرداری اور بڑی زمینداریوں کی لعنت دور ہو جاتی اور قوم اور ملک ترقی کی راہ پر گامزن ہو جاتے' لیکن چونکہ وہ خود بڑا جاگیردار تھا اور اس جاگیرداری کی کھال سے باہر نہ آ سکا' لہٰذا خود بھی ناکام ہوا اور ملک و ملت کے لئے بھی مجموعی طور پر شدید نقصان کا باعث بنا —— دوسری شخصیت مرحوم ضیاء الحق صاحب کی تھی' جنہیں قدرت نے موقع دیا تھا کہ وہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ جو بالاتفاق پہلے مجددِ ملت اسلامی تھے' کا مقام و مرتبہ حاصل کر لیتے لیکن انہوں نے بھی بعض Half hearted بلکہ Quarter hearted قدم تو اٹھائے' لیکن کوئی فیصلہ کن اقدام نہیں کیا۔ جس کے نتیجے میں فائدہ کم اور نقصان زیادہ ہوا۔

میرے نزدیک اب اس سلسلے کی تیسری شخصیت آپ ہیں! آپ کو اللہ تعالیٰ نے ایک جانب تو اندرون ملک عظیم مینڈیٹ دلوا دیا اور دوسری جانب بھارت کے جوہری دھماکوں کے جواب میں مجبوراً دھماکے کرا کے یکدم پورے عالم اسلام کی قیادت کا منصب عطا کر دیا۔ اب صورت یہ ہے کہ۔ ''یہ گھڑی محشر کی ہے تو عرصہ محشر میں ہے۔ پیش کر غافل عمل کوئی اگر دفتر میں ہے!'' کے مصداق یہ کلی طور پر آپ کی ہمت و عزیمت کا امتحان ہے کہ آپ اس عظیم مقام اور مرتبہ کا حق ادا کرتے ہیں یا نہیں!

اس سلسلے میں یہ حقیقت بھی پیش نظر رہنی چاہئے کہ نہ صرف قرآن حکیم اور احادیث نبویہ (ﷺ) بلکہ کتب سابقہ (یعنی تورات اور انجیل) اور سابقہ امت مسلمہ یعنی یہود اور موجودہ امت مسلمہ یعنی امت محمد ﷺ کی تاریخ کے تقابلی مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ اب یہود کے آخری خاتمے اور اسلام کے عالمی غلبے کا دَور زیادہ دُور نہیں ہے' اور اس کے ضمن میں مشیت اور تدبیر خداوندی نے پاکستان کو خاص رول عطا کیا ہے —— اور اس وقت عالمی حالات سے معلوم ہوتا ہے کہ جن پیشین گوئیوں کا ذکر احادیث میں ہے ان کے لئے بین الاقوامی سطح پر سٹیج

تیار ہو چکا ہے۔(اس موضوع پر اگر آپ پسند فرمائیں تو میں آپ کی کسی مخصوص نشست میں' جس میں آپ کے والد ماجد مدظلہ بھی موجود ہوں' حاضر ہو کر تفاصیل بیان کر سکتا ہوں! فی الحال اپنی ایک تالیف حاضر خدمت کر رہا ہوں۔)

اس تمہید کی ایک تیسری جہت یہ ہے کہ پاکستان اس وقت جس تشویش ناک بلکہ خوفناک صورت حال سے دوچار ہے اس کے پیش نظر مستقبل قریب کے حالات مندرجہ ذیل Scenarios میں سے کوئی سی صورت اختیار کر سکتے ہیں:

۱) ایک یہ کہ امریکہ ہمیں مالی اعتبار سے پوری طرح ڈوبنے نہ دے بلکہ تھوڑی تھوڑی مدد کے ذریعے زندہ رکھے۔ البتہ اس کے عوض ہم سے اپنے حسب دلخواہ فیصلہ کرانے کی کوشش کرے جن میں جوہری پروگرام کا خاتمہ یا انجماد اور کشمیر کے مسئلے کا کوئی امریکہ اور بھارت کے مابین متفق علیہ حل کے علاوہ بھارت سے کھلی تجارت شامل ہوں گے۔ اور آپ خوب جانتے ہیں کہ ان مسائل پر پاکستان کے عوام بالخصوص پنجاب (جو آپ کی سب سے بڑی طاقت ہے!) کے عوام کس قدر حساس واقع ہوئے ہیں۔ پھر اپوزیشن میں متعدد قوتیں ایسی موجود ہیں جو اس صورت حال کو Exploit کر سکتی ہیں۔ الغرض یہ کوئی اچھا سیناریو نہیں ہے!

۲) دوسرے یہ کہ امریکہ ہماری مدد کو بالکل نہ آئے' یا ہم اس کی شرائط کو قبول نہ کر سکیں اور ملک میں مالیاتی بحران کسی انارکی' یا Choas کی شکل اختیار کر لے' جس سے انقلاب کا نعرہ لگانے والی قوتیں فائدہ اٹھائیں۔ اس صورت میں یہ "Free for all" والی بات ہوگی۔ جس کے نتیجے کے بارے میں پیشگی کچھ کہنا ممکن نہیں ہے اور خیر سے زیادہ شر کا اندیشہ ہے!

۳) ایک تیسری رائے بھی ہے جو بھارت اور پاکستان کے جوہری دھماکوں سے بھی قبل لندن سے شائع ہونے والے ایک جریدے (Impact) میں شائع ہوئی تھی — اور وہ یہ کہ امریکہ آپ سے بھی اسی طرح Disillusioned ہو چکا ہے جیسے بے نظیر سے...... اور جنرل جہانگیر کرامت کو دورۂ امریکہ کی دعوت اور وہاں ان کو بہت غیر معمولی Protocol دیا جانا اسی قسم کی بات ہے جیسے ۱۹۵۷ء میں جنرل محمد ایوب خان کو امریکہ بلا کر ان کی پیٹھ تھپکی گئی تھی جس کے نتیجے میں ۵۶ء کے دستور کا دستور یہ سمیت بستر لپیٹ

دیا گیا تھا۔ واللہ اعلم! (آج کے ''جنگ'' میں ارشاد احمد حقانی صاحب کا کالم قابل توجہ ہے!)

۴) ایک چوتھی اور نہایت تابناک اور روشن صورت یہ ہے کہ آپ خود ایک عظیم انقلابی لیڈر کا رول اختیار کر کے سامنے آئیں۔ کشکول گدائی کو واقعتاً اور کلیتاً توڑ کر پھینک دیں' اوّلاً سود کی اقساط' اور بالآخر کل قرضوں کی ادائیگی سے انکار کر دیں اور Sanctions کے نتیجے میں جو سختیاں آئیں انہیں برداشت کرنے کے لئے ایک انقلابی جذبہ پاکستان کے عوام کے اندر پیدا کر دیں۔ یہ چوتھی صورت مشکل اور ایثار طلب تو ہے لیکن ناممکن نہیں!

لیکن پاکستان کے عوام میں وہ انقلابی جذبہ پیدا کرنے کے لئے جس سے ایثار اور قربانی کی نئی داستانیں رقم ہو سکیں دو چیزیں بالکل ناگزیر ہیں:

۱) ایک یہ کہ پاکستان میں اسلام کے نفاذ کے لئے کم از کم دستور کی سطح پر جملہ تقاضے بتمام و کمال پورے کر دیئے جائیں ——— جس سے اسلامی قانون کی تدوین اور تنفیذ کا کام سہولت کے ساتھ اور تدریجاً ہوتا چلا جائے۔ پاکستان کے موجودہ دستور میں پورا اسلام بھی موجود ہے اور اس کے ساتھ ساتھ ایسے چور دروازے بھی ہیں جن کی بنا پر وہ مؤثر طور پر نافذ نہیں ہو سکتا۔ اس اعتبار سے پاکستان کا موجودہ دستور منافقت کا پلندہ ہے' جس کی تطہیر لازمی ہے۔ جس کے ضمن میں آپ سے گفتگوئیں بھی ہو چکی ہیں اور اس عرض داشت کے آغاز میں بھی تذکرہ ہو چکا ہے۔

اس کے ساتھ پاکستانی معیشت کی تطہیر کے لئے بھی دو اطراف سے کام کرنے کی ضرورت ہے' ایک انسدادِ سود اور دوسرے جاگیرداری اور زمینداری کا خاتمہ۔ پہلے کام کے سلسلے میں راجہ ظفر الحق صاحب کی تیار کردہ سفارشات پر عمل سے آغاز کیا جا سکتا ہے' دوسرے کام کا آپ نے اپنے ایجنڈے میں اعلان کیا ہے' لیکن اس کے لئے خالص دینی اساس ضروری ہے اور وہ دو میں سے ایک ہو سکتی ہے۔ ایک یہ کہ امام ابوحنیفہؒ اور امام مالکؒ دونوں کے نزدیک مزارعت مطلقاً حرام ہے' لہٰذا صرف خود کاشت رقبے لوگوں کے پاس رہ سکتے ہیں' اور دوسری اور زیادہ انقلابی بات یہ ہے کہ حضرت عمرؓ کے اجتہاد اور اس پر اجماع کی رو سے پاکستان کی اراضی افراد کی ملکیت یعنی ''عشری'' نہیں ہیں بلکہ مسلمانوں کی اجتماعی ملکیت

یعنی ''خراجی'' ہیں' لہٰذا ملک وملت کی مصلحت کے پیش نظر بالکل نیا بندوست اراضی کیا جاسکتا ہے جس کی رو سے کاشت کار براہِ راست بیت المال کو خراج ادا کرے گا!

بہرحال یہ بات اچھی طرح سمجھ لینے کی ہے کہ پاکستانی قوم میں انقلابی جذبہ اور ایثار اور قربانی کا مادہ صرف دین ومذہب کے حوالے پیدا کیا جاسکتا ہے اور اس کے لئے مندرجہ ذیل اقدامات لازمی ہیں!

۲) پاکستان کے عوام میں انقلابی جذبہ اور ایثار وقربانی کا مادہ پیدا کرنے کی دوسری شرط لازم یہ ہے کہ آپ ایک روشن مثال بن کر سامنے آئیں! یعنی جس طرح ذوالفقار علی بھٹو جاگیردار کی کھال میں بند ہو کر رہ گیا تھا' اسی طرح آپ بھی سرمایہ داری اور صنعت کاری کے حصار میں بند نہ ہو جائیں' بلکہ اس خول سے اس طرح باہر آ جائیں کہ آپ کا یہ ذاتی انقلاب روز روشن کی طرح عیاں ہو! حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ بھی خلافت کی ذمہ داری سے قبل نہایت خوش شکل' خوش پوش اور خوش خوراک انسان تھے' اور شہزادوں کی طرح ناز ونعم میں پلے تھے۔ لیکن خلافت کا بوجھ کندھے پر آنے کے بعد ان کی زندگی میں جو انقلاب آیا' وہ ہماری تاریخ کا ایک نہایت روشن اور تابناک باب ہے۔ اور اس وقت دست قدرت نے اپنی خصوصی مشیت وحکمت کے تحت آپ کو داخلی اور بین الاسلامی وعالمی سطح پر جس مقام پر لا کھڑا کر دیا ہے' نجی اور ذاتی سطح پر آپ کی اور آپ کے خاندان کی کیفیت میں یہ انقلاب بین الاقوامی ہی نہیں عالمی اسلامی انقلاب کا پیش خیمہ بن سکتا ہے۔ بشرطیکہ آپ کا یہ انقلاب بالکل واضح اور Transparent ہو۔

آپ کے اور آپ کے خاندان کے مالی حالات کی تفاصیل ظاہر ہے کہ اس ملک کے عوام کے علم میں تو نہیں ہو سکتیں۔ لیکن ملک کے جن صاحب ثروت لوگوں سے آپ تعاون اور ایثار کی اپیلیں کر رہے ہیں' ظاہر ہے کہ ان کی نگاہوں سے تو آپ کے حالات پوشیدہ نہیں ہیں۔ لہٰذا جب تک آپ اپنا سب کچھ ملک کے حوالے کر کے فقر محمدیؐ کی روش اختیار نہیں کریں گے اور اپنے شکم پر دو پتھر بندھے ہوئے لوگوں کو نہیں دکھا سکیں گے' کوئی دوسرا شخص بھی حقیقی ایثار اور قربانی کے لئے تیار نہیں ہوگا! میں آپ سے یہ باتیں یہ جانتے ہوئے عرض کر رہا ہوں کہ یہ کام آسان نہیں' بہت مشکل ہے' لیکن نبی اکرم ﷺ کے وصال کے لگ بھگ نصف صدی بعد حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ جیسی شخصیت پیدا ہو سکتی تھی اور بہت بعد کے زمانے میں نورالدین زنگیؒ اور صلاح الدین ایوبیؒ جیسے درویش حکمران شرق اوسط میں اور ناصر

الدین محمودؒ اور اورنگ زیب عالمگیرؒ جیسے بادشاہ ہندوستان میں پیدا ہو سکتے ہیں تو کوئی وجہ نہیں کہ آپ اس کی ایک تازہ مثال پیدا نہ کر سکیں ـــــ جبکہ صاف نظر آ رہا ہو کہ اگر آپ یہ مرحلہ طے کریں تو ملک وملت اور دین ومذہب کا نہایت شاندار مستقبل سامنے ہوگا ـــــ اور اگر خدانخواستہ نہ کر سکیں تو جو تینوں Scenarios میں نے بیان کئے' ان میں سے کسی سے بھی خیر کی کوئی توقع نہیں کی جا سکتی!

اب اگر اللہ تعالیٰ آپ کے دل کو اس چوتھے ممکنہ راستے کے لئے کھول دے تو میں نہایت ادب سے اور ڈرتے ڈرتے عرض کروں گا کہ ان حقائق کے پیش نظر کہ حکومت اور اقتدار آنی جانی چیزیں ہیں' پھر یہ دنیا اور مافیہا ہی نہیں کل کائنات فانی ہے اور حیاتِ دنیوی سے زیادہ ناقابل اعتبار شے اور کوئی نہیں' آپ ہمت کریں اور اللہ کا نام لے کر:

۱) رائیونڈ فارم اور اس کے جملہ متعلقات کو قوم کے حوالے کر کے اپنی ماڈل ٹاؤن کی رہائش گاہوں پر اکتفا کریں۔ آپ خوب جانتے ہیں کہ خود یہ رہائش گاہیں بھی معمولی نہیں ہیں بلکہ اس ملک میں شاید چند سو لوگ ہی ایسے ہوں گے جن کے پاس ایسی رہائش گاہیں موجود ہوں۔

۲) اگر بیرون ملک آپ کی اور آپ کے خاندان کی کوئی جائداد ہے تو اسے بھی بیچ کر رقم خود انحصاری فنڈ میں داخل کر دیں ـــــ اور اگر کوئی سرمایہ وہاں جمع ہے تو اسے بھی واپس لا کر اسی فنڈ میں شامل کر دیں۔

۳) اپنے خاندان کے پاس صرف وہی انڈسٹریز رہنے دیں جن کے ذمہ کوئی قرض نہ ہو اور نہ صرف یہ کہ حساب بے باق ہو بلکہ دیگر جملہ معاملات بھی شیشے کی طرح صاف ہوں اور آئندہ اپنے کاروبار میں ہرگز کسی توسیع کی صورت اختیار نہ کریں۔

۴) اپنے تمام ساتھیوں اور دوستوں سے ظاہر ہے کہ آپ اس درجہ قربانی کا مطالبہ نہیں کر سکتے لیکن اب سب کے معاملات کا Transparent ہونا ضروری ہے۔ حال ہی میں ایک بہت بڑے منی چینجر اور سینیٹر سیف الرحمٰن صاحب کے بھائی کے جو معاملے زبان زد خواص وعوام ہو گئے ہیں ان سے آپ کی Credibility متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتی!

میں نے آج سے بارہ تیرہ سال قبل جبکہ پاکستان کو قائم ہوئے قمری حساب سے چالیس برس ہو گئے تھے ''استحکام پاکستان'' کے عنوان سے ایک کتاب لکھی تھی (اس کا بھی

ایک نسخہ حاضر خدمت ہے!) جس میں یہ خیال ظاہر کیا تھا کہ اب تک پاکستان کی باگ ڈوران لوگوں کے ہاتھ میں رہی ہے جو انگریزی دور میں پیدا ہونے کے ناتے غلامی کا داغ اٹھائے ہوئے تھے' اب ان شاء اللہ پاکستان کی وہ نسل سامنے آئے گی جس نے دنیا میں پہلا سانس بھی آزادی کی فضا میں لیا ہے' لہٰذا اُمید ہے کہ اب حالات میں تبدیلی آئے گی۔ میری یہ امید پوری طور پر تو پوری نہ ہوئی' لیکن اب مجھے محسوس ہوتا ہے کہ اس کے پورے ہونے کا وقت آ گیا ہے ـــــ اب یہ تو اللہ ہی کے علم میں ہے کہ یہ مرحلہ کس کے ہاتھوں سر ہوتا ہے! تاہم جو مقام اور مرتبہ آپ کو اور آپ کے خاندان کو اللہ تعالیٰ نے فروری ۹۷ء کے عام انتخابات کے ذریعے عطا فرمایا ہے ـــــ اور جو مرتبہ و مقام پاکستان کو اللہ تعالیٰ نے ایٹمی دھماکوں کے ذریعے عطا کر دیا ہے' ان کے پیش نظر آپ کی خدمت میں یہ گزارشات پیش کرنے کی جرأت کر رہا ہوں۔ آگے ع

''فیصلہ تیرا ترے ہاتھوں میں ہے' دل یا شکم!''

میری پوری زندگی اس پر گواہ ہے کہ میں نے نہ کبھی امراء اور صاحب ثروت لوگوں کے گھروں پر حاضری دی ہے' نہ ہی سرکار دربار کے کبھی چکر لگائے ہیں' سوائے ۸۲ء کے ان دو ماہ کے جبکہ میں نے مرحوم ضیاء الحق صاحب کی دعوت پر ان کی شوریٰ میں شرکت اختیار کر لی تھی ـــــ تاہم اگر میرے اس عریضے کے بعد آپ کسی معاملے کی وضاحت کے لئے مجھے طلب فرمائیں تو جب بھی حکم دیں گے سر کے بل حاضر ہو جاؤں گا۔

اقول قولی هذا واستغفر الله لی ولکم ولسائر المسلمین والمسلمات

فقط والسلام ڈاکٹر اسرار احمد

(X)

محترم و مکرم جناب راجہ ظفر الحق صاحب!

وفاقی وزیر مذہبی امور' اسلام آباد!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ' مزاجِ گرامی!

پاکستان اس وقت اپنی تاریخ کے اہم ترین اور فیصلہ کن مرحلے سے گزر رہا ہے اور آپ حضرات ایک مشکل امتحان سے دوچار ہیں۔

۱) کتابِ الٰہی اور سنت رسول کو ملک کا سپریم لاء قرار دینے کی تجویز اگر ناکام ہوگئی یا اسے

واپس لینا پڑا تو یہ اللہ اور رسولؐ کے ساتھ غداری پر مستزاد علامہ اقبال اور قائداعظم کے تصورات واعلانات اور سب سے بڑھ کر خود پاکستان کے قیام کے مقصد کی نفی ہوگی!

۲) لیکن اگر آئین میں پندرھویں ترمیم کی تجویز جوں کی توں منظور ہوگئی تو پاکستان یا تحلیل ہو کر ختم ہو جائے گا یا اگر باقی اور قائم رہا تو ازمنہ وسطیٰ کے سلاطین کے عہد کی جانب اُلٹی زقند لگا لے گا جو ایک دوسرے اعتبار سے قیامِ پاکستان کے مقاصد کی کامل نفی ہوگی۔ یعنی عہد حاضر کی ایک مثالی اسلامی جمہوری فلاحی مملکت کا خواب ختم ہو کر رہ جائے گا۔ الغرض معاملہ ع "ہشدار کہ رہ بردم تیغ است قدم را!" والا ہے!

اس مشکل کا حل یہ ہے کہ:

۱) مجوزہ دفعہ ۲۔ب(۱) کے ساتھ ہی موجودہ دستور کی دفعہ ۲۲۷(۱) کے الفاظ بھی شامل کر دیئے جائیں اور بقیہ پورے باب نہم کو ختم کر دیا جائے۔ اس لئے کہ اب فیڈرل شریعت کورٹ کی موجودگی میں اسلامی نظریاتی کونسل کی قطعاً ضرورت باقی نہیں رہی ہے' نیز کونسل اپنا کام بھی پورا کر چکی ہے (اس سے اخراجات میں بھی بچت ہوگی جو فی الوقت بہت اہم ہے)

۲) مجوزہ دفعہ ۲۔ب کی ذیلی دفعات (۳) اور (۵) کو ساقط کر دیا جائے اور (۴) کو (۳) بنا دیا جائے۔

۳) موجودہ دستور کی دفعہ ۲۳۹ میں تجویز کردہ تمام ترامیم واپس لے لی جائیں۔

۴) فیڈرل شریعت کورٹ اور سپریم کورٹ کے شریعت اپیلیٹ بنچ کے ججوں کی شرائط ملازمت ہائی کورٹ اور سپریم کورٹ کے ججوں کے بالکل مساوی بنا دی جائیں اور ان میں عالم ججوں کی تعداد بڑھائی جائے (جس کے ضمن میں اسلامی نظریاتی کونسل میں شامل مجتہدانہ بصیرت رکھنے والے علماء کی خدمات سے فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے) ـــــ اور

۵) فیڈرل شریعت کورٹ کے دائرہ کار پر عائد جملہ تحدیدات ختم کر دی جائیں تاکہ کتاب و سنت کے ملک کے سپریم لاء ہونے کے تقاضے بتمام وکمال پورے ہو سکیں۔

اس کے بعد قانون ساز ادارے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے تقاضے پورے کرنے کے لئے قانون سازی کریں گے اور انتظامیہ ان کی تنفیذ کرتی رہے گی۔ اور اگر کسی قانون پر کسی شہری کو اعتراض ہوا تو وہ اسے فیڈرل شریعت کورٹ میں چیلنج کر سکے گا۔ اور اس طرح تدریجاً اور ہموار انداز میں ملک میں مکمل اسلامی نظام نافذ ہو جائے گا! والسلام مع الاکرام

ڈاکٹر اسرار احمد

امیر تنظیم اسلامی وداعی تحریک خلافت پاکستان

تاریخ کے اس بحرانِ عظیم کی درستی کے لئے

کیا کیا جائے؟ کیسے کیا جائے؟ —اس کا آغاز کہاں سے ہو؟

نئ دہلی سے جناب راشد شاز کا فکر انگیز مکتوب

گرامی قدر ڈاکٹر اسرار احمد
مدیر مسئول ماہنامہ میثاق لاہور

السّلام علیکم ورحمۃ اللہ

فی زمانہ اُمت مسلمہ ایک بڑے بحران سے دوچار ہے۔ باشعور اور فکر مند مسلمان خود اپنے آپ سے سوالی ہے آیا وہ اس نئی صورتِ حال کے پیش نظر اپنے فکر ونظر کی دنیا کو از سرنو ترتیب دے' اپنے روایتی طریقہ کار کا سخت محاسبہ کرے' یا پھر اپنے آپ کو تاریخ کے رحم وکرم پر یونہی چھوڑ دے۔ تاریخ کے آگے خود سپردگی فی نفسہٖ کوئی سوچا سمجھا لائحہ عمل نہیں ہوسکتا۔ رہی یہ بات کہ صورتِ حال کے ازالے کے لئے کیا کیا جائے تو اس بارے میں مسلم ذہنوں میں بالعموم ایک محیط اور پُر اسرار سناٹے کی کیفیت پائی جاتی ہے۔ گویا ہم ایک ایسی وادی میں آ نکلے ہوں جہاں آگے چلنے کی کوئی روایت نہ ہو۔ قدموں کی چاپ سے ہمارے کان ناآشنا ہوں۔

جو لوگ ہماری تاریخ سے واقف ہیں وہ خوب جانتے ہیں کہ یہ پہلا موقع نہیں ہے جب ہمارا ملّی کارواں خطرات کے گرداب میں پھنس گیا ہو' اس سے پہلے بھی کم از کم چار ایسے مواقع آئے ہیں جب من حیث القوم ہمیں اپنی اجتماعی زندگی کا چراغ گل ہوتا ہوا محسوس ہوا ہے۔ خلیفۂ ثالث حضرت عثمان ؓ کی شہادت' خلافت عباسی کا زوال' سقوطِ غرناطہ اور انہدامِ خلافت عثمانیہ ہماری تاریخ کے وہ بحرانی لمحات ہیں جن سے پہلے بھی ہم نکلنے میں کامیاب ہوئے ہیں۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ اپنی تاریخ کے اس پانچویں بحران میں' جس سے آج ہم دوچار ہیں' ہمارے دل ودماغ پر کسی جائے پناہ کے نہ ملنے کا احساس ماضی کے مقابلے میں کہیں گہرا ہے۔ سکڑتی دنیا میں جہاں مواصلاتی سیارچوں کی آنکھیں شب و روز ہمارے

تعاقب میں ہیں' جہاں امریکی استعمار نے پوری دنیا میں پھیلے ہوئے مختلف اڈوں کے ذریعے اپنے مخالفین کی ہر آواز کو دبانے کا عزم کر رکھا ہے' کم از کم نفسیاتی طور پر تو یہ احساس عام ہوتا جا رہا ہے کہ صدر بش کے الفاظ میں' ان کے مخالفین کے لئے ''اس سرزمین پر اب کہیں کوئی جائے پناہ باقی نہیں رہ گئی ہے''۔ عراق پر امریکی استعمار کے راست قبضے' افغانستان کا عملی طور پر امریکی نوآبادی میں تبدیل ہو جانا' لیبیا اور ایران کی نیوکلیائی مسئلے پر خود سپردگی' پاکستان اور دوسری مسلم ریاستوں کی شب و روز تذلیل و تضحیک ـــــ اس منظرنامے میں ہمارے علماء اور دانشوروں کے محض احتجاجی بیانات' مذمت کی قراردادیں یا برسرپیکار مسلح نوجوانوں کا ایک ہارتی ہوئی جنگ کو مزید اسی روایتی انداز سے جاری رکھنا اس بات پر دال ہے کہ ہم بحران کے ان سخت لمحات میں بھی کسی واضح رہنمائی اور سوچے سمجھے منصوبے سے یکسر خالی ہیں۔ مشرق ہو یا مغرب' امن پسند دانشور ہوں یا مسلح جنگجو' قدامت پرست علماء ہوں یا روشن خیال دانشور' واقعہ یہ ہے کہ ہم اس شعور سے خالی ہیں کہ ہمیں جانا کہاں ہے؟

حقیقت گو کہ انتہائی تلخ ہے' ہمیں یہ تسلیم کر لینا چاہئے کہ آج امت مسلمہ اپنے فکری زوال اور عملی انتشار کی وجہ سے خیر امت کے منصب جلیل سے معزول ہو چکی ہے۔ آج جو لوگ دنیا کی عملی قیادت کر رہے ہیں یا جو یہاں سیاہ و سفید کے فیصلے کا اختیار رکھتے ہیں بدقسمتی سے وہ ہم نہیں۔ ہماری موجودہ بدحالی اور فکری زوال اپنے پیچھے صدیوں کی تاریخ رکھتا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ فتنۂ عثمان ؓ سے وحی کا جو اجتماعی ماحول متزلزل ہوا اس نے آنے والے دنوں میں ہمارے لئے فکری پراگندگی کا مسلسل مواد مہیا کیا ہے۔ تب سے اب تک ہم مسلمان ماخذِ وحی سے مسلسل دور ہوتے گئے۔ اسلام کا وہ کلمۂ تقلیب انگیز اور ہماری وہ فکرِ بے نیام جو کبھی حریتِ فکر' انسانی آزادی اور مساواتِ آدمیت سے عبارت تھی اور جس سے بجھے دلوں کے چراغ جل اٹھتے تھے اس نے رفتہ رفتہ ایک قومی ایجنڈے کی حیثیت اختیار کر لی۔ پھر ہماری فکر بے نیام میں وہ قوت نہ رہی کہ غیر اقوام کے دلوں کو مسخر کرتی یا انہیں اپنا نجات دہندہ ہونے کا احساس دلاتی۔

تاریخ کے اس نازک لمحے میں جب ہماری فکر بے نیام کند ہو چکی ہے' ہم خود کو اس پوزیشن میں محسوس نہیں کر سکتے کہ اقوامِ عالم کی تو کجا خود اپنی حفاظت کا بھی سامان کر سکیں۔ ہم چاہتے ہیں کہ امت کے متفکرین کو سنجیدہ اور اجتماعی غور و فکر کی دعوت دیں۔ اس میں شبہ نہیں کہ صدیوں پہ مشتمل ہماری ملّی تاریخ میں ہر دور میں فکر و عمل کی درستگی کے لئے آوازیں اٹھتی

رہی ہیں۔ شاید ہی کوئی ایسا دور گزرا ہو جب ہمارے اندر اصلاحِ احوال کے لئے دین کی طرف واپسی کا نعرہ نہ لگایا گیا ہو یا قرآن کے نسخۂ شفا کے استعمال کا مشورہ نہ دیا گیا ہو۔ البتہ عملی طور پر ہوا یہی ہے کہ دین کی طرف ہماری واپسی بڑی حد تک فقہی رسوم کی بازیافت سے عبارت رہی۔ وحیٔ ربانی پر انسانی تعبیرات نے التباسات کی جو دبیز دھند طاری کر رکھی تھی اس کے اسرار و عواقب کا صحیح اندازہ لگانے میں ہم سے سخت غلطی ہوتی رہی۔ آخری وحی کے حاملین کی حیثیت سے ہم اس بات کے سزاوار ہیں کہ دنیائے انسانیت کو راہ یاب کرنے کے لئے ہر ممکن قدم اٹھائیں' لیکن ایسا تب ہی ممکن ہے جب خود ہمارا فکری اور عملی وجود براہ راست وحیٔ ربانی سے غذا حاصل کرتا ہو۔ گویا وحی کی تجلیوں کی از سرِ نو بازیافت کے بغیر ہماری اجتماعی تشکیلِ جدید ممکن نہیں اور ہماری اس تشکیلِ جدید کے بغیر اقوامِ عالم کی موجودہ بے سمتی کا ازالہ بھی ممکن نہیں۔

بیسویں صدی کے نصفِ آخر اور بالخصوص پندرہویں صدی ہجری کی ابتدا میں مسلم انجمنوں کی چلت پھرت اور علماء و مشائخ کے پُر زور خطبوں کے زیرِ اثر ایسا محسوس ہوتا تھا کہ دنیا پر ایک نئی صبح طلوع ہونے کو ہے۔ ۱۹۷۹ء کا ایرانی انقلاب' افغانستان میں روس کی شکست' روسی استعمار کے بطن سے وسط ایشیا کی مسلم ریاستوں کی غیر متوقع بازیابی' یہ وہ عوامل تھے جس نے اہلِ فکر مسلمانوں کو بھی خوش فہمیوں میں مبتلا کر دیا۔ ہم صورت حال کا صحیح اندازہ لگانے اور اپنے فکرِ بے نیام کے کند ہو جانے کے احساس سے غافل رہے۔ ہمارے حوصلہ مند سیاسی قائدین بھی اگر زیادہ سے زیادہ کچھ سوچ سکے تو وہ اسی قدر کہ مسلم اکثریتی علاقوں پر مشتمل معاشی' جغرافیائی یا سیاسی بلاک کس طرح تشکیل دیا جائے۔ اپنے تمام تر حسن نیت کے باوجود مسلم معاشرے میں دین کی واپسی کے حوالے سے کرنے والوں نے یہی کیا کہ وہ ایک خاص قسم کے فقہی نظام کو معاشرے پر جبراً نافذ کر دیں۔ نہ تو متحدہ مسلم بلاک کے نظریئے میں یہ قوت تھی کہ وہ امت کو بنیانِ مرصوص میں تبدیل کر سکے اور نہ ہی فقہی یا مسلکی تعبیر ہماری شیرازہ بندی کا کام انجام دے سکتی تھی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ جلد ہی الصحوۃ الاسلامیہ کے فلک شگاف نعروں کی ہوا نکلتی گئی۔ دین کی فقہی تعبیر جو خود اہل ایمان کے دوسرے گروہوں کو ساقط الاعتبار قرار دیتی تھی' بھلا دوسرے ادیان کے لئے نصح و خیر خواہی کے جذبے سے سرشار کیوں ہوتی؟ نتیجتاً ہم ایک طرح کے تہذیبی تصادم کی کیفیت سے دوچار ہو گئے۔ نئی دنیا نے مسلمانوں کو مغرب کے اجنبی بلاد و امصار میں قیام کا جو غیر معمولی موقع فراہم کیا تھا' ہم حاملینِ وحی کی

حیثیت سے اس کا خاطر خواہ فائدہ نہ اٹھا سکے۔ مغرب کے تہذیبی سمندر میں اسلامی مراکز کے نام پر ہم اپنے ثقافتی جزیرے تعمیر کرتے رہے۔ دین کی فقہی تعبیر دیگر تہذیبی حلقوں میں پائی جانے والی سعید روحوں پر بھی اپنے دروازے بند کرتی رہی ﴿يَـٰٓأَهْلَ ٱلْكِتَـٰبِ تَعَالَوْا۟ إِلَىٰ كَلِمَةٍ سَوَآءٍ﴾ کی قرآنی پکار اسلامی بیداری کے ہنگاموں میں تحلیل ہوگئی۔ عملاً یہ ہوا کہ احیائے اُمت کے اس فقہی، مسلکی اور گروہی منہج نے گروہی تصادم کی راہ ہموار کی۔ صحوۃ اسلامیہ کی ہماری سر توڑ جدوجہد نے ہمیں ایک ایسی صورت حال سے دوچار کر دیا ہے جب ہم من حیث الامت ایک غیر پیغمبرانہ گروہی تصادم کو کفر و اسلام کی جنگ سمجھنے کی غلط فہمی میں مبتلا ہیں۔ ہم فجر جدید کے بجائے خود کو ایک صبح کاذب کے درمیان پاتے ہیں۔

مشرق اور مغرب کے مابین موجودہ تصادم میں جہاں ایک منتشر اور تباہ حال امت کو، بلکہ صحیح معنوں میں پوری انسانیت کو امریکی استعمار کے جارح عزائم کا سامنا ہے اور جہاں اسلام کو انارکی اور بے سمت دہشت گردی کا ہم معنی باور کرایا جا رہا ہے، ہمیں من حیث الامت اس خطرناک مہم کے دور رس اسرار و عواقب کا صحیح اندازہ بھی نہیں۔ ہمارے اسلامی ادارے، دینی علوم کی درسگاہیں، غور و فکر کے مؤقر حلقے چونکہ اسلام کی مخصوص فقہی یا فکری تعبیر کی رہین منت ہیں اس لئے ان کے لئے اپنے فقہی دائرۂ فکر سے باہر آ کر خالص وحی کی روشنی میں موجودہ صورتِ حال کا محاکمہ کرنا مشکل ہو رہا ہے۔ عالمِ اسلام کے مختلف خطوں میں مختلف فقہی اندازِ فکر نے جس طرح دینی فکر پر اپنی اجارہ داری قائم کرنے کی کوشش کی، اس کے نتیجے میں آج خود اہل اسلام باہم برسرپیکار نظر آتے ہیں۔ ایسی صورت میں بیرونی خطرات کا مقابلہ کچھ آسان نہیں۔ ماضی میں اگر شیعہ سنی کے باہمی جھگڑے اور حنفی، شافعی کے مابین مسلسل ہونے والے خونی تصادم عباسی بغداد کے سقوط پر منتج ہوئے تھے تو آج بھی بیرونی حملہ آوروں کو ہمارا اندرونی تضاد اور انتشار مسلسل کمک پہنچا رہا ہے۔ ہمارے فقہاء جن کی ذہنی تربیت قرآن مجید کی آفاقیت کے بجائے فقہاء کے باہمی مناقشوں کی رہینِ منت ہے، وہ اس بات کا تصور کرنے سے عاجز ہیں کہ مسلکی اور فقہی تعبیر سے پرے خالص وحی کی بنیاد پر مسلم شناخت کی تشکیل ممکن ہے۔ مسلم حنیف کا ابراہیمی ماڈل عرصہ ہوا ہماری نگاہوں سے اوجھل ہو چکا ہے۔

ہمارے زوال کی تلافی صرف اندرونی مسئلہ نہیں۔ آخری وحی کے حاملین کی حیثیت سے پوری انسانیت کا مستقبل ہم سے وابستہ ہے، اس لئے امت مسلمہ کے موجودہ انتشار اور اس کے فکری زوال کو نظر انداز کر دینا پوری انسانیت کے لئے خطرناک مضمرات کا حامل ہوگا۔

ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم اپنے زوال پر بحث ومباحثہ کا حوصلہ پیدا کریں۔ اپنی طویل تہذیبی تاریخ اور فکری انحرافات کی روشنی میں سخت محاسبہ کریں۔ جو امت صدیوں سے فقہی طریقۂ فکر کی عادی ہے اور جس کے دل ودماغ کو علمائے متقدمین کی شخصیت نے مبہوت کر رکھا ہے اس کے لئے یقیناً یہ آسان نہیں کہ وہ صدیوں پر مشتمل اپنے تہذیبی اور علمی سرمائے پر تنقیدی نظر ڈال سکے۔ جہاں قال فلان اور رُوِيَ عن فلان پر معاملات فیصل کرنے کا رواج ہو وہاں ہر مسئلہ پر وحی ربانی کی روشنی میں اپنے دل ودماغ کو متحرک کرنے کی دعوت خواہ کتنی ہی معقول ہو اجنبی ضرور لگے گی۔ ہو سکتا ہے بعض لوگوں کو اس پر تجدد پسندی کا گمان ہو لیکن جو لوگ قرآن مجید میں رسول اللہ ﷺ کے مقصد بعثت سے متعلق اس ارشاد سے واقف ہیں ﴿وَيَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِيْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ ؕ﴾ (الاعراف:۱۵۷) ان کے لئے اس نکتے کا ادراک مشکل نہیں کہ جس طرح قرآن مجید' خدا اور بندے کے مابین کسی ربانیت یا پاپائیت کو قابل استرداد سمجھتا ہے' اسی طرح وہ مولویت کے ادارے کا بھی انکاری ہے۔ نہ تو تشریح وتعبیر پر کسی کی اجارہ داری ہے اور نہ ہی کسی کو اس بات کا حق حاصل ہے کہ وہ کسی کی صحیح العقیدگی پر شبہ وارد کرے۔ اہل ایمان کو تو چھوڑیئے' اللہ تعالیٰ نے تو حلقۂ اسلام سے باہر افراد کا فیصلہ بھی اپنے ہاتھوں میں محفوظ رکھا ہے: ﴿اِنَّ اللّٰهَ يَفْصِلُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ﴾

جیسا کہ ہم نے عرض کیا' دائرۂ وحی سے ہمارے باہر آ جانے کی وجہ سے نہ صرف یہ کہ ہم خیر اُمت کے منصب جلیل سے معزول ہو گئے' بلکہ پوری انسانی تاریخ جس کی آخری لمحے تک ہمیں قیادت کرنی تھی' سخت بحران سے دوچار ہو گئی۔ تاریخ کے اس سب سے بڑے انحراف کی درستگی کے لئے لازم ہے کہ ہم ان اسباب پر ایماندارانہ غور وفکر کریں جس نے ہمیں انسانیت کی قیادت سے ہٹا کر تاریخ کے dustbin میں ڈال دیا ہے۔ تاریخ کے اس بحرانِ عظیم کی درستگی کے لئے اب کیا کیا جائے؟ کیسے کیا جائے؟ اور اس کا آغاز کہاں سے ہو؟ یہ وہ سوالات ہیں جن کا جواب دینے کے لئے ہم نے طے کیا ہے کہ بین الاقوامی سطح پر امت کے علماء ودانشوروں کا ایک مستقل فورم قائم کیا جائے' جہاں ایک نئی ابتدا کے لئے سنجیدہ غور وفکر کی طرح ڈالی جا سکے۔ فی زمانہ انٹرنیٹ کی سہولت نے مشرق ومغرب کی جغرافیائی وسعتوں کو جس طرح ہمارے کنٹرول میں دے رکھا ہے' اس سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ہم نے یہ طے کیا ہے کہ ایک مستقل دوماہی بین الاقوامی مجلے کی شکل میں ان موضوعات کو غور وفکر کا محور بنایا جائے۔ مجلہ

''فیوچر اسلام'' بیک وقت انگریزی' اردو اور عربی زبانوں میں شائع ہوگا تا کہ اہل فکر کے مابین ہونے والے تاریخ کے اس سب سے بڑے مباحثے میں لسانی بندشیں حائل نہ ہوں۔

یاد رکھئے! جو لوگ خود کو آخری وحی کا حامل سمجھتے ہوں اور جو جذباتی طور پر اس احساس سے سرشار ہوں کہ انہیں تاریخ کے آخری لمحے تک اقوامِ عالم کی قیادت پر مامور کیا گیا ہے' وہ اگر رضا کارانہ طور پر اسی طرح تاریخ کے dustbin میں مزید پڑے رہے تو دنیا فتنہ وفساد سے بھر جائے گی۔ انسانی آزادی کا جو بگل مختلف انبیاء نے اپنے اپنے زمانے میں بجایا تھا اور جس کی بدولت آج ہمیں دنیا کے مختلف گوشوں میں انسانی آزادی اور اکرامِ آدمیت کی باتیں سننے کو ملتی ہیں' یہ تحریک رفتہ رفتہ دم توڑ دے گی۔ انسانی گردنوں کو اصر واغلال سے نجات دلانے کے لئے محمد رسول اللہ ﷺ کی سعی بلیغ پر ربائیت' پاپائیت اور مولویت پھر سے اپنی کمندیں ڈال دے گی۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم موجودہ War on Terror کے اسرار وعواقب کا مقابلہ کرنے کے لئے' جہاں ایک بار پھر انسانی آزادی سخت خطرے میں گھر گئی ہے' فی الفور اپنے دل ودماغ کو حرکت دیں۔ تاریخ کے انحراف کو درست کئے بغیر اور امت مسلمہ کی دوبارہ تنصیب امامت کے بغیر یہ ممکن نہیں کہ ہم پر وہ خواب آسا دنیا طلوع ہو' جہاں انسانوں کی گردنیں انسانوں کی دست درازی سے یکسر محفوظ ہوں۔ موجودہ شہری تہذیب میں جہاں فرد آزاد رہ کر بھی نظام کے ہاتھوں بندھوا مزدور بن گیا ہے' جہاں اس کے خون کا قطرہ قطرہ ٹیکس کی جبری مشین کو متحرک رکھنے میں صرف ہو رہا ہے' اس نامحسوس غلامی سے نجات کا کام بھی آخری وحی کے حاملین کو انجام دینا ہے۔

خدا کرے اس بین الاقوامی سہ لسانی الیکٹرونک مجلّے کے اجراء سے تاریخ کے سب سے بڑے انحراف کو درست کرنے میں مدد مل سکے۔ اس فورم پر ہماری مخلصانہ دعوت قبول فرمائیں۔

والسلام

آپ کا بھائی

راشد شاز

Suite 101, Milli Times Building, Abul Fazl Enclave, Jamia Nagar, New Delhi 110025, India. Tel: +91-11-26926246, 26325499 Fax: 26325499, Email: edit@futureislam.com. www.futureislam.com

تفسیر بالرائے کے ضمن میں
علماء محققین کا موقف

حکمت قرآن کے ماہ مئی ۲۰۰۴ء کے شمارہ میں مولانا اخلاق حسین قاسمی صاحب کی شہرت یافتہ تالیف ''محاسن موضح القرآن'' سے ''تفسیر بالرائے'' کے موضوع پر مختصر اقتباس شائع کیا گیا تھا۔
آنجناب کی اس تحریر میں علامہ جلال الدین سیوطی کی تالیف ''الاتقان فی علوم القرآن'' کے بعض مندرجات کا حوالہ بہت اختصار سے دیا گیا تھا۔ اس حد درجہ اختصار سے قارئین کے ذہنوں میں اشکالات پیدا ہوئے جو انہوں نے بذریعہ تحریر ہمیں ارسال کئے ہیں۔ ان میں سے پہلا مراسلہ کراچی سے جناب اختر ندیم صاحب کا ہے جو تفسیر بالرائے کے ضمن میں پیدا ہونے والے اشکال اور اس کی وضاحت پر مشتمل ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

محترم جناب مدیر ماہنامہ میثاق
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ
مزاج گرامی!

میثاق مئی ۲۰۰۴ء میں ''تفسیر بالرائے'' کے ضمن میں مولانا اخلاق حسین قاسمی صاحب کی تحریر نظر سے گزری۔ اس تحریر میں علامہ سیوطیؒ کی بعض احادیث کی صحت کے بارے میں رائے تحریر فرمائی ہے اور اس مضمون سے ''تفسیر بالرائے'' کے موضوع پر علامہ سیوطیؒ کی رائے ظاہر کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔
قارئینِ میثاق کے لئے علامہ جلال الدین سیوطیؒ کا 'تفسیر بالرائے' کے بارے میں موقف پیش خدمت ہے جو بالکل واضح الفاظ میں 'الاتقان فی علوم القرآن (جلد دوم)' میں موجود ہے۔ علامہ سیوطیؒ فرماتے ہیں:
''ابن النقیبؒ نے کہا ہے کہ 'تفسیر بالرائے کی حدیث کے معنی میں یہ پانچ قول حاصل ہوتے ہیں:
اوّل: یہ کہ وہ ایسی تفسیر ہو جو بغیر ایسے علوم کو حاصل کئے ہوئے کی گئی ہو' جن کی واقفیت کے بعد تفسیر کرنا جائز ہوتا ہے۔

دوم : یہ کہ اس متشابہ کی تفسیر کی جائے جس کی تاویل صرف خدا ہی جانتا ہے اور کسی کو معلوم نہیں ہوتی۔

سوم : یہ کہ ایسی تفسیر کی جائے جو کہ فاسد مذہب کی مقرر (ثابت کرنے والی) ہو۔ کیونکہ مذہب کو اصل بنا کر تفسیر کو اس کا تابع رکھا جائے گا اور جس طریقہ سے بھی ممکن ہوگا تفسیر اس کے خلاف نہیں کی جائے گی اگرچہ وہ طریقہ ضعیف ہی کیوں نہ ہو۔

چہارم : یہ کہ بلا کسی دلیل کے قطعی طور پر یہ تفسیر کر دے کہ اللہ تعالیٰ کی یہ مراد ہے۔

پنجم : یہ کہ اپنی پسند اور بے جا خواہش کے موافق تفسیر کی جائے''۔

اختر ندیم

ایسوسی ایٹ پروفیسر

این ای ڈی: یونیورسٹی آف انجینئرنگ' کراچی

☆☆☆

دوسرا مراسلہ بھی کراچی ہی سے موصول ہوا ہے۔ یہ جناب محمد عمران خان صاحب کی طرف سے ہے اور اس مراسلے میں مولانا اخلاق حسین قاسمی نے علامہ سیوطیؒ کی ''الاتقان'' سے امام احمد بن حنبلؒ کا جو ایک قول بلا سیاق و سباق نقل کیا ہے اس سے پیدا ہونے والے اشکال کا ذکر بھی ہے اور اس کی ممکنہ توجیہہ بھی ذکر کر دی گئی ہے۔ جناب محمد عمران خان صاحب کی یہ تحریر بھی قارئین کے استفادے کے لئے پیش کی جا رہی ہے۔

محترم جناب مدیر ماہنامہ میثاق لاہور

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مزاج گرامی!

آپ کی توجہ میثاق بابت مئی ۲۰۰۴ء کے پرچے میں شائع ہونے والے مضمون ''تفسیر بالرائے کے ضمن میں علماء محققین کا موقف'' از سید اخلاق حسین قاسمی صاحب (صفحہ نمبر ۵۵) کی طرف مبذول کروانا چاہتا ہوں۔ محترم مصنف نے آغاز میں حضرت امام احمد بن حنبلؒ کا یہ قول نقل کیا ہے:

''تین کتب احادیث کی ایسی ہیں جن کی اصل نہیں۔ (۱) تفسیری روایت (۲) پیشین گوئیوں اور (۳) غزوات سے متعلق واقعات واقوال''۔

اس قول کے متعلق محترم مصنف کو یا آپ کو نیچے حاشیہ ڈال کر وضاحت پیش کرنی

چاہئے تھی' کیونکہ اس قول کی وجہ سے بہت زیادہ confusion پیدا ہو رہا ہے۔ مثلاً:

۱) منکرین احادیث کو تقویت مل رہی ہے کیونکہ صحیح احادیث کتب میں درج بالا عنوانات سے بہت ساری احادیث مل جاتی ہیں (مثلاً صحیح بخاری/مسلم و دیگر کتب میں۔)

۲) خود تنظیم کے پلیٹ فارم سے اور محترم بانیٔ تنظیم کی زبانی مستقبل میں غلبۂ دین کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ کی بہت سی احادیث (پیشین گوئیاں) سنی ہیں۔ نیز غزوات سے متعلق واقعات سنے ہیں اور دروس میں دیگر تفسیری روایات سنی ہیں۔

راقم کے خیال میں اس قول کی لازماً کوئی نہ کوئی توجیہہ ہوگی جس کا سامنے آنا ضروری ہے۔ مثلاً ایک بات جو سمجھ آ رہی ہے وہ یہ ہے کہ ائمہ اربعہؒ کا زمانہ محدثین کرامؒ کے زمانے سے قبل کا ہے۔ اس وجہ سے اس قول کی زد موجودہ مستند کتب احادیث پر نہیں پڑتی۔ امام احمد بن حنبلؒ کے دور میں اُن کے سامنے جو احادیث ہوں گی یہ رائے اُن احادیث کے متعلق ہوگی (واللہ اعلم)

ایک بات اور بھی اس مضمون میں درج ہونی چاہئے تھی' وہ یہ کہ ''تفسیر بالرائے'' کا یہ معاملہ ''احکاماتِ قرآنی'' اور ''تعبدی امور'' کے حوالے سے درست نہیں ہے۔ ان معاملات میں تو ہمیں پیچھے سے پیچھے جانا چاہئے۔

البتہ دیگر علوم کے حوالے سے جوں جوں ترقی ہو رہی ہے اس کے حوالے سے یقیناً عجائباتِ قرآنی تلاش کرنا اور بیان کرنا وقت کی ضرورت ہے۔ (بحوالہ کتاب جماعتِ شیخ الہندؒ اور تنظیم اسلامی) از بانی تنظیم (مدظلہ)

والسلام مع الاکرام
محمد عمران خان
ملتزم رفیق (حلقۂ سندھ زیریں)

قرآن حکیم کی مقدس آیات اور احادیث آپ کی دینی معلومات میں اضافے اور تبلیغ کے لئے شائع کی جاتی ہیں۔ ان کا احترام آپ پر فرض ہے۔ لہٰذا جن صفحات پر یہ آیات واحادیث درج ہیں ان کو صحیح اسلامی طریقے کے مطابق بے حرمتی سے محفوظ رکھیں۔

التنظیم الاسلامی امریکا الشمالیہ کا پہلا سالانہ اجتماع!

رپورٹ: رعنا ہاشم خان' شکاگو

۲۶ جون ۲۰۰۴ء کو التنظیم الاسلامی امریکا الشمالیہ کا پہلا اور سابقہ المعروف تنظیم اسلامی نارتھ امریکہ کا ساتواں اجتماع امریکہ کے انڈسٹریل شہر ڈیٹرائٹ میں منعقد ہوا۔ ڈیٹرائٹ امریکہ کا موٹر سٹی کہلاتا ہے جو کہ نہ صرف اپنی آٹوموبل انڈسٹری کی بدولت دنیا بھر میں خاص مقام رکھتا ہے بلکہ امریکہ میں عرب' امریکن کمیونٹی کے حوالے سے بھی مشہور ہے۔ ملک بھر میں ڈیٹرائٹ عرب کمیونٹی کے مرکز کی حیثیت سے جانا جاتا ہے۔ فی الوقت صرف ڈیٹرائٹ میں ۲۵۰,۰۰۰ عرب امریکنز کی موجودگی نے اس کو امریکہ میں سب سے بڑی عرب کمیونٹی کا شہر بناڈالا ہے۔ لیکن التنظیم الاسلامی امریکا الشمالیہ کے لئے ڈیٹرائٹ اس لئے اہمیت رکھتا ہے کہ یہ امیر التنظیم الاسلامی امریکا الشمالیہ کا ہوم ٹاؤن بھی ہے۔

۲۶ جون ہفتے کی صبح ۹:۰۰ بجے شروع ہونے والے اس اجتماع کا آغاز سمیر ظفر خان نے سورۂ صف کی انتہائی خوبصورت قراءت کے ساتھ کیا' جس کے بعد تنظیم کے جنرل سیکریٹری ہاشم رضا خان نے کہا کہ چونکہ سورۂ صف بقول امیرِ تنظیم مصطفیٰ الترک ''سورۂ تنظیم'' ہے اور یہ سورہ اور اس کا ترجمہ وتفسیر تقریباً تمام رفقاء ورفیقات کو ازبر ہے لہٰذا اس کا ترجمہ پیش نہیں کیا جارہا۔ امیر مصطفیٰ الترک نے تمام رفقاء ورفیقات کو اپنے ہوم ٹاؤن میں خوش آمدید کہتے ہوئے کہا کہ سب سے پہلے میں امیرِ تنظیم اسلامی پاکستان جناب حافظ عاکف سعید کا اس موقع پر ہم سے بذریعہ خطاب رابطہ وشرکت پر شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں۔ انہوں نے کہا کہ ہماری تنظیم اللہ کے دین کے نفاذ کے لئے کام کررہی ہے اور ہمارا اصل مقصد اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کا حصول ہے۔ آخرت کے انعامات چونکہ ان ہی کے لئے ہیں جو دنیاوی انعامات کی پروا نہیں کرتے لہٰذا ہماری تمام لیڈرشپ صرف اللہ کی رضا کے حاصل ہوجانے کی لگن لئے تنظیمی امور کی انجام دہی میں بغیر کسی دنیاوی لالچ اور دکھاوے یا نام ونمود کی خواہش سے

بالاتر ہو کر مصروف عمل ہے۔

انہوں نے بانی تنظیم محترم ڈاکٹر اسرار احمد کے حوالے سے گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ میں نے کبھی کوئی شخص ڈاکٹر اسرار جیسا نہیں دیکھا۔ یہ ان ہی کی عرق ریزی' خلوص' جانفشانی' محنت اور لگن کا نتیجہ ہے کہ آج ہمیں تنظیم جیسا گرانقدر سرمایہ نصیب ہے۔ میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ڈاکٹر اسرار احمد کو اپنی بیش بہا نعمتوں اور انعامات سے سرفراز فرمائے۔ آمین! ڈاکٹر اسرار نہ صرف ہماری تنظیم کے بانی ہیں ہیں بلکہ وہ ہمارے عظیم استاد اور مخلص دوست بھی ہیں۔ ہمیں چاہئے کہ ہم ان ہی کی طرح محنت ولگن کے ساتھ کام کریں۔ انہوں نے مزید کہا کہ چونکہ ہم امریکہ میں بہترین سوشل سسٹم رکھتے ہیں کہ کھڑے ہوں اور بلا تامل اپنی بات کہہ دیں لہٰذا ہمیں اس کا بھرپور فائدہ اٹھاتے ہوئے ان ہی لوگوں میں اپنے دین کو پھیلانے کی سعی کرنا چاہئے جو آج ہمیں ختم کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔ اس کے لئے ہمیں دعوت وتبلیغ کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنالینا چاہئے۔

تنظیم کے جنرل سیکریٹری ہاشم رضا خان نے کہا کہ یہ اللہ تعالیٰ کا ہم پر بہت بڑا احسان ہے کہ اس نے ہمیں Lead Group کے لئے چنا ہے۔ کیونکہ داعی امت کے بہترین لوگ ہوتے ہیں اور ہم تنظیم میں شمولیت کے بعد اس کام کے لئے اب وقف ہو چکے ہیں۔ اس کے بعد ڈاکٹر احمد افضال نے حسب روایت تنظیم کی تاریخ پر روشنی ڈالی۔

ڈیٹرائٹ کی اسلامک ایسوسی ایشن کی شاندار عمارت میں منعقد ہونے والے اس اجتماع کی نمایاں خصوصیت امریکہ کی تین بڑی اور متحرک تنظیموں کے امراء کا اس اجتماع میں شرکت کرنا اور اجتماع کے موضوع " IS ISLAMIC ACTIVISM A THING OF THE PAST?" پر خطابات تھے۔ یوں ہفتے کی شام پانچ بجے سے اس موضوع پر تقاریر کا سلسلہ شروع کیا گیا جسے رفقاء ورفیقات کے علاوہ مہمانوں کی ایک معقول تعداد نے اٹینڈ کیا۔ اسٹیج پر موجود امریکہ کی تینوں بڑی آرگنائزیشنز I . O . N . A (Islamic Organization Of North America) کے امیر جناب مصطفیٰ الترک، ICNA(Islamic Circle Of North America) کے امیر ڈاکٹر طلعت سلطان، اور AS(Muslim American Society) کے امیر ڈاکٹر سہیل گھانوچی کی ایک ساتھ موجودگی نہ صرف اسلامی اخوت وبھائی چارے کی مظہر تھی بلکہ امریکہ میں دینی اقدار کی علمبرداری کا منہ بولتا ثبوت بھی فراہم کر رہی تھی۔

سب سے پہلے ICNA کے امیر اور گیسٹ اسپیکر ڈاکٹر طلعت سلطان نے پوڈیم پر آکر Islamic Activism کے مختلف پہلوؤں کو اجاگر کیا۔ انہوں نے اسلام کے پیغام کے عملی' پرزور اور مستقل پھیلاؤ اور اس کو عام لوگوں تک پہنچانے کی ضرورت پر بحث کرتے ہوئے کہا کہ اس کے لئے ضروری ہے کہ فردکی اسلامی خطوط پر بذریعہ دعوت وتبلیغ اور تزکیہ وتربیت نشوونما کی جائے اور پھر یہی تربیت یافتہ افراد مل کر ایک جماعت کی صورت میں ''اللہ کی رسی'' کو مضبوطی سے تھام کر دوسروں کو بھی خیر کی دعوت دیں اور بھلائی کی طرف بلائیں۔ اور اس جماعت کا اصل مقصد سوسائٹی میں اقامتِ دین کے سوا کچھ اور نہ ہونا چاہئے۔ اس مقصد کے حصول کے لئے ڈاکٹر طلعت سلطان نے تبلیغ دین اور نشر و اشاعت کے میدان میں امریکہ میں موجود دیگر گروپس کے ساتھ مل جل کر کام کرنے کی تجویز پیش کرتے ہوئے قرآنی آیت کا حوالہ بھی دیا کہ ''اور اس سے اچھی بات بھلا کس کی ہوگی جو بلائے اللہ کی طرف؟''۔

ڈاکٹر سہیل گھانوچی نے بطورِ سیکنڈ گیسٹ اسپیکر اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے حاضرین کو باور کرایا کہ انسان دنیا میں اللہ کا خلیفہ ہے۔ ڈاکٹر گھانوچی نے انسان کی مختلف خاصیتوں کے حوالے سے مسلمان کے خلیفہ ہونے کی ذمہ داریوں کو بیان کیا۔ انہوں نے کہا کہ ایک مسلمان کو اسلام کا چلتا پھرتا ماڈل بن کر دکھانا چاہئے' کیونکہ صرف تاریخ سے مثالیں دے کر ہم یہاں کے باسیوں کو اسلام کی طرف راغب نہیں کر سکتے۔ ہر مسلمان اپنی ذات میں اسلام کا ''پیغامبر'' ہے' لہٰذا ضروری ہے کہ وہ اپنے آپ کو اسلام سے متعلق پوچھے جانے والے بے ساختہ سوالوں کے خاطر خواہ جوابات کے لئے تیار کرے۔ اور اس کے جوابات موجودہ سوشل پرابلمز کے اسلامی حل پیش کرنے کے اہل ہوں۔

امیرِ تنظیم شمالی امریکہ جناب مصطفیٰ الترک جو کہ شہرِ ڈیٹرائٹ کی اس روشن شام کے آخری اسپیکر تھے نے ''وہ آیا' اس نے دیکھا' اس نے فتح کرلیا'' کے مصداق اجتماع کے موضوع کا اپنے ولولہ انگیز اور نہایت جامع خطاب کے ذریعے حق ادا کردیا۔ قارئین کی دلچسپی کے لئے یہ عرض کرتی چلوں کہ امیر مصطفیٰ اپنے منفرد اندازِ بیان اور الفاظ کے خوبصورت چناؤ کے باعث اپنے سننے والوں میں انتہائی مقبول ہیں۔ انہوں نے Islamic Activism کو جہاد فی سبیل اللہ سے تعبیر کرتے ہوئے کہا کہ جہاد فی سبیل اللہ' قتال فی سبیل اللہ نہیں ہے' بلکہ سپریم جہاد ایک مسلمان کی اپنے نفس سے جنگ یعنی جہاد بالنفس ہے۔

انہوں نے کہا کہ نہ میں عالم ہوں' نہ اسکالر' نہ ہی فقیہہ یا مولانا' میں تو صرف ایک سرگرم مسلمان یا اسلامک activist ہوں' کیونکہ اسلامک Activism کا مطلب ہے اسلامک نالج کو ایکشن کے قالب میں ڈھالنا۔ یعنی آپ اسلام کی مکمل تعلیم حاصل کریں اور پھر اس پر عمل پیرا ہو جائیں۔ قرآن کی رو سے اسلامک activism جہاد فی سبیل اللہ ہے۔ انہوں نے بات کو جاری رکھتے ہوئے رسولِ کریم ﷺ کی یہ حدیث بیان فرمائی کہ ''میں تمہیں پانچ باتوں کا حکم دیتا ہوں۔ جماعت کا التزام' سمع وطاعت' اور ہجرت و جہاد فی سبیل اللہ''۔ انہوں نے مزید فرمایا کہ جہاد پر ڈاکٹر اسرار احمد کے فصیح و بلیغ لیکچرز موجود ہیں جن میں انہوں نے جہاد کو ۹ لیولز میں تقسیم کیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ جماعت کے ساتھ منسلک رہنا Collective Activism ہے۔ انہوں نے کہا کہ میں اللہ تعالیٰ کی اس نعمت پر اس کا تہہ دل سے ممنون ہوں کہ آج کی اس کانفرنس میں میرے ہمقدم C.N.A. اور M.A.S جیسی آرگنائزیشنز کے امراء ہیں۔ انہوں نے تمام مہمانوں کی آمد کو سراہتے ہوئے اپنی بات کا اختتام کیا۔

اجتماع کا ایک اور منفرد آئٹم جس کو بہت پسند کیا گیا وہ امیرِ تنظیمِ اسلامی پاکستان محترم حافظ عاکف سعید کی پری ریکارڈیڈ تقریر تھی' جس میں انہوں نے تنظیمِ اسلامی I.O.N.A کے امیر اور تمام رفقائے تنظیم کو ان کے پہلے سالانہ اجتماع پر اپنی اور بانیٔ محترم اور رفقائے تنظیم پاکستان کی جانب سے سلام اور مبارکباد پیش کی اور نیک تمناؤں کا اظہار فرمایا۔ انہوں نے کہا کہ برادرانِ محترم! ہم سب ایک ہی منزل کے راہی ہیں۔ موجودہ I.O.N.A درحقیقت T.I.N.A کے بطن سے پھوٹی ہے اور یہ دراصل اس تنظیمِ اسلامی کی شاخیں ہیں جس کا مرکز پاکستان میں ہے اور جس کے بانی محترم ڈاکٹر اسرار احمد ہیں۔ ہماری منزل بھی ایک ہے' ہمارا مقصد بھی مشترک ہے اور ہم ایک ہی قافلے کے مسافر ہیں۔ آپ کا یہ سالانہ کنونشن ایک ایسے مرحلے پر ہو رہا ہے جب پوری دنیا میں ابلیسی طاقتوں نے عالمِ اسلام کے خلاف طبلِ جنگ بجا دیا ہے اور امت دین کے حق میں نہیں بلکہ دین کے خلاف گواہی دے رہی ہے۔ امت دوسروں کو دین کی گواہی کیا دے گی؟ عملی اعتبار سے دیکھیں تو ہم اس وقت دین کے خلاف سب سے بڑا اشتہار ہیں اور ہمارے کردار و اخلاق کی پستی کو دیکھ کر غیر مسلم اسلام سے متنفر ہو رہے ہیں۔ آپ ایسی جگہ پر ہیں جہاں بظاہر مستقبل قریب میں اسلام کے غلبے کی کوئی امید نظر نہیں آتی۔ مسلمان تعداد میں کم ہیں اور زمامِ کار ہمارے دشمنوں یعنی

کفار کے ہاتھوں میں ہے۔ان نامساعد حالات میں بھی مسلمان جہاں بھی ہو قرآن کا انقلابی پیغام پھیلانا اس کا فرضِ منصبی ہے۔شہادت علی الناس کی ذمہ داری کا یہ اولین تقاضا ہے جس کی آخری اور بلند ترین منزل اقامتِ دین ہے۔ بہرکیف اس وقت آپ کو یہ دو کام بہت ہی اہتمام سے کرنے ہیں' تلاوتِ قرآن کی کثرت جس کے لئے رات کی نماز کا التزام کیا جائے اور ڈسپلن کے ساتھ قرآنی دعوت کی ترویج کریں۔آخر میں انہوں نے اللہ تعالیٰ سے ہم سب کے حق میں فوزِ عظیم عطا ہونے کی دعا فرمائی۔

کنونشن کے دوسرے روز تمام مقامی تنظیموں کے امراء نے اپنی اپنی رپورٹس پیش کیں۔ ہاشم رضا خان نے تمام تنظیموں کے متعلق اپنی رپورٹ پیش کرتے ہوئے رفیقات کی تنظیمی سرگرمیوں کو بھی سراہا۔انہوں نے رفقاء کو آگاہ کیا کہ ڈاکٹر اسرار احمد کے انگریزی لیکچرز کو رفیقات صفحۂ قرطاس پر منتقل کر رہی ہیں جو جلد ہی کتابی صورت میں دستیاب ہوں گے۔ یہاں میں یہ اضافہ کرتی چلوں کہ اب تک شرک' نفاق اور جہاد مکمل کئے جا چکے ہیں اور ایمان اور خلافت زیرِ تکمیل ہیں۔شرک' نفاق اور جہاد کو بالترتیب معراج حق' عائشہ ذیشان اور نیلم الماس نے مکمل کیا ہے جبکہ ایمان اور خلافت حلیمہ احمد اور رعنا خان ترتیب دے رہی ہیں۔رفیقات کی خدمت میں ان کی ناظمہ نے رپورٹ پیش کی۔

کنونشن کے اختتام پر ۶ خواتین نے مسنون طریقے سے بیعت کی سعادت حاصل کرتے ہوئے تنظیم میں شمولیت اختیار کی۔اس موقع پر تنظیم کی ناظمہ رعنا خان نے تنظیم میں گزشتہ ایک سال کے دوران نوجوان رفیقات کی بڑھتی ہوئی تعداد کے پیشِ نظر رفیقات کے لئے یوتھ سرکل کے قیام کا اعلان کیا جس کو جلد ہی حتمی شکل دے دی جائے گی۔کنونشن میں میزبان ٹیم کی جانب سے انتہائی پرخلوص سروس کا مظاہرہ پیش کیا گیا اور لذیذ پاکستانی اور عرب کھانوں سے تواضع کی گئی۔اس اجتماع میں اگرچہ حاضری کم تھی لیکن مورال بلند تھے۔ رفقاء و رفیقات کی کل تعداد ۱۲۰ رہی' جس میں ۱۶ رفیقات اور باقی رفقاء تھے۔

جس طرح آپ باہر کے ملک جاتے ہوئے وہاں کی کرنسی لے کر جاتے ہیں اسی طرح دوسرے عالم کا اہتمام وہاں کی کرنسی سے کرنا چاہئے۔دوسرے عالم کی کرنسی نیک اعمال ہیں اور اقامتِ دین کی کوششوں میں مصروف اللہ کے بندوں کی محفلیں اس کرنسی کے حصول کا سنہری ذریعہ ہیں۔ہم امید کرتے ہیں کہ جو رفقاء و رفیقات اس سال شرکت سے محروم رہے وہ ان شاء اللہ اگلے برس اپنی کرنسی لینے ضرور آئیں گے۔ OO

جدید دنیائے اسلام

قسط وار سلسلہ (13)

ایران

تحقیق و تحریر: سید قاسم محمود

ایران : ایک نظر میں

سرکاری نام: اسلامی جمہوریہ ایران
سربراہِ مملکت: آیت اللہ سید علی خامنہ ای (1989ء)
صدر: ڈاکٹر سید محمد خاتمی (1997ء)
رقبہ: 6لاکھ 36ہزار 293مربع میل (16لاکھ 48ہزار مربع کلومیٹر)
آبادی: 6 کروڑ 82لاکھ
شرح افزائش آبادی: 1.2 فیصد
شرح پیدائش: 17.2 فی ہزار
شرح امواتِ اطفال: 44.2 فی ہزار
آبادی کی گنجانی: 107 فی مربع میل
دار الحکومت: تہران۔ آبادی ایک کروڑ بارہ لاکھ (میٹروپولیٹن)۔ 78 لاکھ 93ہزار (شہر)
سکّہ: ریال
زبانیں: فارسی، آذری، عربی، کردی۔
نسلیں: فارسی، آذربائیجانی، کرد، عرب، بلوچ، لُر، ترک، مازندرانی۔
مذہب: شیعہ (89فیصد)۔ سنّی (10فیصد)۔
شرح خواندگی: 72 فیصد (1994ء کے اندازے کے مطابق)
مجموعی قومی پیداوار: 426 ارب ڈالر (تخمینہ 2002ء)

فی کس آمدنی: 6ہزار چار سو ڈالر
شرح افزائش: 5 فیصد سالانہ
افراطِ زر: 13 فی صد سالانہ
بے روزگاری: 14 فی صد سے زیادہ
قابلِ کاشت رقبہ: 10 فی صد
زراعت: گندم، چاول، پھل، اناج، گنا، چقندر، ریشم، کپاس، اُون
صنعت و حرفت: پٹرولیم، ٹیکسٹائل، سیمنٹ، لوہا، فولاد، ادویات، آٹوز، چینی، قالین بافی، بناسپتی گھی، چھوٹے ہتھیار
معدنیات: تیل، گیس، کرومائٹ، تانبا، خام لوہا، سیسہ، مینگانیز، جست، برائٹ، گندھک، کوئلہ، زمرد، فیروزہ۔
برآمدات: کل مالیت 27.4 ارب ڈالر (2002ء)۔ پٹرولیم 85 فیصد۔ قالین، پھل، مونگ پھلی، ہڈیاں اور کھالیں۔
درآمدات: کل مالیت 17.2 ارب ڈالر (2002ء)۔ صنعتی خام مواد۔ مشینری، اشیائے صرف، غذائی اجناس، فوجی ساز و سامان۔
تجارتی ساتھی: جاپان، امریکا، برطانیہ، جرمنی، جنوبی کوریا، متحدہ عرب امارات، اٹلی، بلجیم۔

تاریخی پس منظر

ایران کی تاریخ کا آغاز نویں صدی قبل مسیح سے ہوتا ہے' جب آریہ نسل کے لوگ میڈیا کے خطے میں آ کر آباد ہوئے۔ اُن کا آخری بادشاہ ارسطاخس تھا' جس پر ہخامنشی خاندان کے کوروش اعظم نے فتح پائی۔ اور 550 قبل مسیح سے پورے ایشیائے کوچک پر اپنا تسلط قائم کر لیا۔ اُس کا جانشین زرکسفر تھا۔

330 قبل مسیح میں سکندر مقدونی نے دارا سوم کو شکست دی اور ہخامنشی سلطنت کا خاتمہ کیا۔ سکندر کے بعد ایران اس کے نائب سلیوکس کے حصے میں آیا اور 185 قبل مسیح تک یہاں سلیوکی سلطنت قائم رہی۔

249 قبل مسیح میں خراسان میں اشکانی خاندان کے مورثِ اعلیٰ ارشک اوّل نے اشکائی سلطنت کی بنیاد رکھی۔ پانچ صدیوں کے بعد اس سلسلے کے آخری بادشاہ کو ساسانیوں کے اردشیر نے 220ء میں شکست دی اور ساسانی عہد کی بنیاد رکھی۔ اُس کے جانشین شاپور اوّل نے 258ء میں ایشیائے کوچک پر چڑھائی کر کے انطاکیہ فتح کیا اور قیصر روم کو گرفتار کر لیا۔ اس خاندان کے دوسرے حکمران شاپور اعظم' بہرام گور' قباد' نوشیروان عادل (531ء۔ 579ء)' خسرو پرویز (560ء۔628ء) اور یزدجرد سوم (634ء۔ 652ء) مشہور ہیں۔ خسرو پرویز کو آنحضورﷺ نے اسلام کا دعوت نامہ بھیجا تھا اور یزدجرد سوم کو اسلامی فوج نے حضرت عمر فاروقؓ کے عہدِ خلافت میں شکست دے کر فارس کو اسلامی سلطنت میں شامل کیا۔

اسلامی دَور

عرب اور ایران کے باہمی تعلقات کے ظہورِ اسلام سے بہت پہلے کے ہیں۔ عرب جنوبی ایران میں شاپور اوّل (241ء۔ 272ء) کے عہد سے آ بسے تھے اور رسول کریمﷺ (رحلت 632ء) تک جنوبی عرب ساسانی بادشاہوں کے تسلط میں تھا۔ حضرت عمر فاروقؓ کے عہد خلافت (634ء تا 644ء) میں ایران کی تاریخ میں اسلامی دور کا آغاز ہوا۔ اس عہد میں عربوں نے ایران فتح کرنا شروع کیا۔ جنگ قادسیہ (637ء) میں ایرانی لشکر کو شکست دینے کے بعد عربوں نے ساسانی سلطنت کا پائے تخت مدائن بھی فتح کر لیا۔ حضرت عثمانؓ کی شہادت سے قبل وہ مکران و کابل کو چھوڑ کر' خراسان میں بلخ کے قریب قریب اور سجستان میں زرنج وغیرہ تک پہنچ گئے تھے۔

یہاں مناسب ہوگا کہ اُن فوجی مہمات میں کچھ فرق کیا جائے جو اولاً مدینہ منورہ سے آئیں' اور ثانیاً جو کوفہ و بصرہ سے وہاں کے عاملین نے روانہ کیں۔ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کی تسخیرِ مدائن کا فوری نتیجہ یہ نکلا کہ جنوبی و مشرقی آذربائیجان پہلی ہی مہم میں مسلمانوں کے زیرِ نگیں آ گئے۔

637ء میں جنگ جلولا اور فتح حلوان کے بعد کرمان شاہ پر قبضہ ہوا۔ اس کی تکمیل کوفہ سے کمک آنے کے بعد نہاوند کے مشہور و معروف معرکے سے ہوئی۔ ان واقعات کے باعث شاہ یزدجرد نے راہِ فرار اختیار کی۔ وہ اصفہان' اصطخر' کرمان اور بجستان کی راہ سے مرو پہنچا' جہاں وہ مرزبان ماھویہ کے ہاتھوں مارا گیا۔

کوفہ سے وہاں کے عامل مغیرہ بن شعبہؓ نے خوزستان پر فوج کشی کا آغاز کیا' لیکن فی الحقیقت اس علاقے کی تسخیر 638ء میں بصرے کے مشہور عامل ابوموسیٰ اشعریؓ کی سرکردگی میں شروع ہوئی اور اس میں زیادہ وقت نہیں لگا۔ سب سے سخت مقابلہ تُستر میں ہوا۔ اس کے بعد خوزستان ہی حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کا جنگی ہیڈ کوارٹر بن گیا۔ 644ء میں اُن کے نائب ابن حذیل کے ذریعے اصفہان فتح ہوا۔ اسی زمانے میں فارس پر پہلی فوج کشی ہوئی۔ ابوموسیٰ کرمان میں دور تک بڑھتے چلے گئے۔ یہاں شیراز مسلمانوں کا جنگی مرکز بنا۔ یہیں سے حضرت عثمانؓ کے عہد خلافت میں عبداللہ بن عامرؓ کے عامل بصرہ مقرر ہونے کے ساتھ ہی بڑے بڑے معرکے شروع ہو گئے۔ خراسان کی فتح عبداللہ بن عامرؓ کے حصے میں آئی۔ 650ء میں عبداللہ خود طبستان کی طرف بڑھے' جو پہلے ہی سے فتح ہو چکا تھا اور وہاں سے احنف بن قیس کو قہستان فتح کرنے کے لئے روانہ کیا اور خود نیشاپور پہنچے۔ نیشاپور کا محاصرہ کیا گیا' تو وہاں کے لوگوں نے اطاعت قبول کر لی۔ مرو کے لوگوں نے بغیر لڑے ہتھیار ڈال دیئے۔ جوزجان کا علاقہ اور بلخ کا شہر فتح کر لیا گیا۔

حضرت عثمان ؓ کی شہادت (656ء) کے وقت فوجی صورت حال یہ تھی کہ سیستان اور خراسان کے مفتوحہ علاقوں میں عربوں کے قدم پوری طرح نہیں جمے تھے' لیکن نہاوند' اہواز اور شیراز میں فوجی چھاؤنیاں بن گئی تھیں۔ انہی کی بدولت خانہ جنگی ختم ہونے کے بعد مسلمان اپنی فتوحات کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے قابل ہو سکے۔ عرب مسلمانوں کو ایران میں جن لوگوں سے پالا پڑا' وہ بہت مختلف تھے۔ جب شاہی فوج قادسیہ اور نہاوند میں برباد ہو گئی تو زیادہ تر مرزبان ہی اپنی مقامی فوجوں کی مدد سے مسلمانوں کا مقابلہ اور اپنے لئے الگ الگ معاہدے کرتے رہے۔ ان معاہدوں میں ادائے خراج کے عوض مذہبی آزادی اور ذاتی املاک کی حفاظت کی ضمانت دی جاتی تھی۔ پوری آبادی کا قبول اسلام شاذ و نادر ہی وقوع پذیر ہوا۔ زرتشتی بالخصوص فارس اور آذربائیجان میں اپنے مذاہب پر برابر قائم رہے' لیکن فارس سے ان کے بہت سے افراد سیستان اور مکران میں پناہ گزین ہوئے اور تقریباً 700ء میں ان کی پہلی نقل مکانی کاٹھیا واڑ (ہندوستان) میں واقع ہوئی۔ اس زمانے میں بہت سے ایرانیوں کو قیدی بنا کر عراق اور عرب بھیجا گیا' جہاں وہ موالی بن گئے۔ بعض پورے کے پورے گروہ عربوں کی فوج میں شامل ہو گئے۔ اسلامی فتوحات کے باعث ایرانی شہروں میں مسلمانوں کے فوجی دستے مقیم ہونے لگے' جہاں سب سے پہلے وہ عموماً ایک مسجد بنا کر اقامت اختیار

کرتے تھے۔اُن کی تعداد بنواُمیہ کے عہد میں آبادکاری کی وجہ سے بڑھ گئی۔ان میں بہت سے رواۃِ حدیث اور امورِ دینی سے واقف لوگ بھی تھے۔اس طرح ایرانی آبادی میں اسلام رفتہ رفتہ پھیلتا گیا۔

بنواُمیہ کے عہد خلافت میں ہرات اور بخارا فتح ہوئے۔فتوحات کا سلسلہ زیاد بن ابی سفیان نے جاری رکھا اور اسی کے عہد میں مرو مسلمان فوج کا ایک مضبوط مرکز بن گیا۔تھوڑی ہی مدت کے بعد پچاس ہزار عرب آبادکار خراسان میں اپنے خاندانوں کے ساتھ مستقل طور پر بس گئے۔حجاج بن یوسف نے خراسان میں اپنے قابل سپہ سالاروں مہلب بن ابی صفرہ، یزید بن مہلب اور آخر میں قتیبہ بن مسلم کے ذریعے معرکہ آرائی کی۔

حضرت معاویہؓ اور حضرت علیؓ کے درمیان جو سیاسی اور مذہبی اختلافات کی بناء پر خانہ جنگی ہوئی، اُس میں ایران میں بھی گروہ بندیاں ہوئیں۔ان میں پہلے تو خود عرب، پھر تھوڑے دن بعد اُن کے ایرانی متوسل شریک ہوگئے۔ان گروہوں میں خوارج نمایاں تھے، جنہوں نے کرمان کو اپنا مرکز بنایا اور وہاں سے شمالی اور مغربی علاقوں پر دھاوے کرنے لگے۔خلافت بنی اُمیہ کے خاتمے کے قریب اصفہان، خوزستان اور فارس کے بعض حصے عارضی طور پر عبداللہ بن معاویہ کے زیراقتدار آگئے تھے۔ حجاج بن یوسف کے زمانے تک ملکی محررتمام دفتری کام ساسانیوں کے دستور کے مطابق فارسی زبان میں کیا کرتے تھے۔حجاج نے دفتری زبان عربی زبان مقرر کردی اور عربی رسم الخط عراق میں رائج ہو گیا۔ پہلے پہل جو سکے ڈھلوائے گئے، ان میں عربی کے ساتھ پہلوی زبان کے الفاظ بھی کندہ تھے۔ ایران کو اسلامی رنگ میں رنگنے میں عمر بن عبدالعزیزؒ اور ہشام کی مالی حکمتِ عملی کو بھی خاصا دخل تھا۔ مساوات قائم کرنے اور رواداری برتنے کے بارے میں حضرت عمرؓ کے فرامین نے بہت سے ایرانیوں کو قبولِ اسلام پر راغب کیا۔پھر ہشام نے مسلمانوں اور غیرمسلموں پر یکساں محصول لگادیا، جس سے آبادی کے مختلف عناصر گھل مل گئے اور وہاں اس زمانے میں مسلمان ایرانی عہدے داروں کا ایک قابل اعتماد طبقہ ظہور میں آیا۔صرف پہاڑی آبادی اپنے مقامی سرداروں کی ماتحتی میں سرکشی کرتی رہی۔خراسان جیسے دُور دست صوبے میں اگرچہ بغاوتیں بھی ہوئیں تاہم وہ پوری طرح حکومت کے قابو میں رہا۔حکومت کے استحکام کا سبب یہ تھا کہ مرو میں ایک بڑی چھاؤنی موجود تھی اور وہیں والی کا بھی قیام رہتا تھا۔ایک اور مؤثر سبب یہ بھی تھا کہ قتیبہ بن مسلم کی قیادت میں مسلمانوں کو ماوراء النہر میں فتح پر فتح حاصل ہو رہی تھی۔

بنوعباس کا عہدِ خلافت

مذکورہ بالا واقعات سے یہ بات سمجھ میں آجاتی ہے کہ بنوامیہ کے خلاف پروپیگنڈا کرنے والوں نے، جن کی رہنمائی شام میں بنوعباس کررہے تھے، کیوں خراسان کو اپنے جاسوسوں اور مخبروں کے لئے

میدانِ عمل کی حیثیت سے منتخب کیا تھا۔ انہوں نے عرب قبائل کے باہمی عناد اور حکومتِ وقت کے خلاف عام بے اطمینانی سے فائدہ اٹھایا اور ان کی مساعی کا آخرکار یہ نتیجہ نکلا کہ 747ء میں ابو مسلم خراسانی نے بغاوت کی اور وہ فاتحانہ پہلے مرو میں، پھر جلد ہی نیشاپور میں داخل ہو گیا۔ پس ایران کی عرب فوجوں اور اُن کے ایرانی معاونوں ہی کی بدولت بنو عباس کو آخری فتح نصیب ہوئی۔ ظاہر ہے کہ نئے خاندانِ خلافت کے دورِ حکومت میں ایران کی حیثیت ہی کچھ اور ہو گئی۔ اس کا سبب زیادہ تر یہ تھا کہ بنو عباس نے اپنی سکونت عراق میں منتقل کر دی تھی، جہاں ایران کے آخری حکمران خاندان کا مرکز واقع تھا۔

بغداد کے نوتعمیر (762ء) دارالخلافہ میں، جو عرب کی سیاسی طاقت کا اور جلد ہی اسلامی تہذیب کا مرکز بن گیا، ایرانی نظریۂ حیات اور ایرانی تمدنی روایات کا غلبہ ہو گیا۔ اس ایرانی ثقافت کے اثرات کی ایک علامت ابن المقفع جیسے مصنفین کا پہلوی ادب کی تصانیف کو عربی میں ترجمہ کرنا ہے۔ مزید برآں بعض مقتدر ایرانی الاصل خاندانوں مثلاً برامکہ، اور بعدازاں بنونوبخت کے افراد نے کاروبارِ سلطنت میں وزیر کی حیثیت سے بڑا اثر پیدا کیا۔ یہی وقت تھا جب تحریک ''شعوبیہ'' کی شکل میں ایرانیوں کے نسلی جذبات کا اظہار ہوا اور ایرانی ''زندیقوں'' کے ظہور نے مذہبی حلقوں میں تشویش کی لہر دوڑا دی۔ خود عباسی خلفاء کو اُمویوں کی بہ نسبت اپنے ایرانی صوبوں سے زیادہ دلچسپی تھی۔ یوں بھی وہ ایسا کرنے پر مجبور تھے، کیونکہ واقعات نے ظاہر کر دیا تھا کہ ایک طاقتور سپہ سالار مرکزی حکومت کے خلاف کیا کچھ کر سکتا ہے۔

ابتدائی عباسی زمانے ہی میں اسلام کی طرف ایرانیوں کا رویہ نمایاں طور پر بدلنے لگا۔ چنانچہ ابومسلم خراسانی کی بغاوت کے بعد اعلیٰ طبقے کے بہت سے ایرانیوں نے اسلام قبول کر لیا۔ دوسری طرف خراسان میں کئی ''جھوٹے پیغمبروں'' کا ظہور بھی ہوا۔ مثلاً سنباذ مجوسی، اوستادسیں، المقنع۔ خرمیہ کی طویل بغاوت، جو بابک خرمی (816ء۔838ء) کے زیرِ سرکردگی آذربائیجان میں ہوئی، اسی قسم کی مذہبی تحریکوں سے تعلق رکھتی ہے۔ عباسی خلفاء ان تحریکوں کو سختی سے دبانے میں حق بجانب تھے کیونکہ ان میں عموماً سیاسی خودمختاری کی ہوس بھی شامل ہوتی تھی۔

خلیفہ مامون الرشید کے عہد میں عباسی خلافت سے خراسان اور ہمسایہ صوبوں کی سیاسی وابستگی کمزور ہونے لگی تھی۔ اس کا سبب نہ تو ایرانی رؤساء و امراء کی سعی تھی، نہ مذکورہ بالا عوامی تحریکات، اور نہ خارجی یا علوی تبلیغ، بلکہ یہ صورت ایرانی النسل مسلمان عاملین کے طرزِ عمل سے پیدا ہوئی، جو قدیم امراء کے خاندانوں سے تو نہ تھے، مگر ان میں قومی احساسات کا جوش تھا اور انہی کی کوشش سے ایران میں سیاسی اور تہذیبی احیاء کا راستہ صاف ہوا۔ المامون کا سپہ سالار طاہر بن الحسین 820ء میں خراسان کا والی مقرر ہوا۔ اس کے جانشین یعنی طاہریہ خلفائے عباسی کے برائے نام ماتحت تھے، بلکہ خود خلفاء

نے انہیں تقریباً آزاد چھوڑ رکھا تھا' تاکہ خراسان اور مشرق میں دریائے سندھ اور مغرب میں رے تک تمام ولایات میں اپنا حکم چلائیں۔

خاندان صفاریہ

یہ علاقے پھر کبھی خلفاء کے کامل اقتدار میں نہ آئے' کیونکہ 872ء میں صفاریہ کے خلاف جدوجہد میں طاہریہ اپنی طاقت اور عمل داری کو کھو چکے تھے۔ یہ ایک اور خاندان تھا جس نے 867ء میں یعقوب بن لیث صفاری اور اس کے بھائی عمرو بن لیث کے ماتحت سیستان پر قابض ہونا شروع کر دیا تھا۔ ان کی عمل داری کچھ عرصے تک خراسان اور کابل کے علاقوں پر مشتمل رہی' جہاں عباسی حکومت کسی بھی زمانے میں اچھی طرح قائم نہیں ہوئی تھی۔ علاوہ ازیں کرمان اور فارس تک بھی صفاریہ کا تسلط ہو گیا تھا' لیکن جب انہوں نے بغداد کی جانب پیش قدمی کی تو خلیفہ کے بھائی الموفق کے ہاتھوں شکست کھائی اور ایران میں صفاریہ کا زور شور جلد ختم ہو گیا۔ صفاریہ کی تہذیبی اور مذہبی حیثیت اچھی طرح متعین نہیں' لیکن ان کے کارنامے ایران سے ان کی معدومی کے بعد بھی عرصے تک مشہور رہے۔

آلِ سامانیہ

اُسی زمانے میں خلفاء کو سامانی سلاطین کا ظہور برداشت کرنا پڑا۔ اس شاہی خاندان کی بناء خراسان میں پڑی (874ء)۔ وہ ابتدا میں طاہریہ کے وفادار ملازم تھے اور شروع ہی سے ماوراءالنہر میں مقتدر حیثیت پر فائز رہے۔ طاہریوں کے زوال پر خراسان میں جو افراتفری پھیلی' اس میں انہیں موقع مل گیا کہ 892ء میں بغداد کی برائے نام سیادت کے ماتحت خراسان میں اپنا اقتدار قائم کر لیں۔ نصر بن احمد سامانی کی حکومت میں سیستان' کرمان' جرجان' رے اور طبرستان کے علاقے بھی شامل تھے۔ ان کے عہد میں ملک میں عام خوشحالی کا دور دورہ ہوا اور امراء کا ایسا طبقہ پیدا ہو گیا جو ادبی اور علمی سرگرمی کی سرپرستی کر سکتا تھا۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ فارسی ادب کے ساتھ ساتھ عربی ادب بھی خراسان میں فروغ پانے لگا تھا۔

علوی تحریک

مغربی ایران میں علوی تحریک عباسیوں کے ابتدائی عہد میں شروع ہوئی۔ اُس نے خلافت سے عوام کی مخالفت کو ایک مذہبی رنگ دے دیا۔ دیلم میں چند چھوٹے چھوٹے مقامی خانوادے دسویں صدی عیسوی کے آغاز تک موجود تھے۔ یہیں سے لوٹ مار کرنے والے گروہوں کی سرگرمی شروع ہوئی' جن کا پہلا نشانہ 'رے' تھا۔ ان قزاقوں کے سردار بڑی بڑی فوجوں کے سپہ سالار بن جاتے تھے اور انہی میں سے بعض ایسے ملکوں کے حاکم ہو گئے جن کی سرحدیں برابر بدلتی رہتی تھیں' کیونکہ ان کی

آپس میں یا سامانی سلاطین سے آئے دن جنگ ٹھنی رہتی تھی۔ اس زمانے میں جن خاندانوں نے اپنی حکومت قائم کی' ان میں سب سے زیادہ دیرپا زیاریہ تھے' جنہوں نے 928ء تا 1042ء رے' اصفہان اور اہواز میں حکومت کی' لیکن آخر میں ان کی مملکت سمٹ سمٹا کر صرف طبرستان اور جرجان کے علاقوں تک رہ گئی۔ الجبال' فارس اور خوزستان میں جلد ہی دیلم کے آلِ بویہ نے ان کی جگہ لے لی' جو قبل ازیں ان کے حلیف تھے اور آگے چل کر ان سے کہیں زیادہ کامیاب رہے۔

آلِ بویہ

بویہ کے بیٹوں' یعنی علی' حسن اور احمد نامی تین بھائیوں کی خودمختاری کا عروج 932ء کے لگ بھگ شروع ہوا اور تھوڑے ہی دنوں میں تقریباً پورے مغربی ایران نے بغداد کی حکومت کو محصول اور خراج دینا موقوف کر دیا۔ ادھر بغداد میں بھی فوجی سالاروں کا اثر و رسوخ بڑھ گیا۔ اس صورتِ حال سے احمد بن بویہ کو' جو پہلے سے خوزستان کا مالک تھا' 945ء میں بغداد پر قبضہ جما کر مرکزِ خلافت کو اپنے مقبوضات میں ضم کر لینے کا موقع مل گیا۔ اس خانوادے کے سیاسی اقتدار کے ماتحت خلافت کو باقی رہنے دیا گیا تھا۔ احمد بن بویہ کے دوسرے بھائی رے اور شیراز میں مقیم ہوئے۔ ان میں سب سے زیادہ درخشاں عہد حکومت عضد الدولہ کا تھا جو علی والیٔ شیراز کا بیٹا تھا۔ وہ 977ء میں بغداد کو اپنے تسلط میں لایا۔ اس نے 982ء تک حکومت کی۔ اس کا بیٹا بہاء الدین عراق' فارس اور کرمان میں حکومت کرتا رہا۔ اسی زمانے میں ایران کا شمالی و مغربی حصہ ہاتھ سے نکل گیا۔ آذربائیجان میں خاندان ساجدیہ کے نیم خودمختار والیوں کے بعد کرد خاندانوں (مثلاً مسافریہ' شدادیہ' روّادیہ وغیرہ) کی حکومت قائم ہوئی۔

غزنویوں کا عروج

دسویں صدی عیسوی میں ایران میں ترکوں کا ظہور ہوا۔ ترک سپاہیوں کے بڑے بڑے دستے پہلے ہی سے ان والیوں اور امیروں کی سپاہ میں شامل تھے جو سرزمین ایران کے مختلف علاقوں پر آپس میں لڑ رہے تھے۔ ایران میں ترکوں کا خاص کارِ منصبی ہمیشہ سے یہ رہا تھا کہ وہ مقامی حکام اور سلاطین کی ملازمت میں سپاہیوں اور فوجی سالاروں کی خدمت انجام دیں۔ سامانی سلطنت میں بعض ترک اعلیٰ فوجی افسر انتظامی عہدوں پر ترقی کر گئے تھے اور چونکہ سامانیوں کی فوجی طاقت کمزور ہونا شروع ہو گئی تھی' لہٰذا ان ترک سالاروں میں اپنی ترک فوج پر اعتماد اور فوجی تنظیم کی فطری صلاحیت کے باعث سیاسی قیادت کا حوصلہ پیدا ہو گیا۔ چنانچہ الپتگین نے غزنہ میں ایک آزاد ریاست قائم کی (962ء)۔ اس کے غلام اور داماد سبکتگین نے اس میں بے حد توسیع کی اور ان علاقوں کو بھی اپنی حکومت میں شامل کر لیا' جو اس وقت تک مقامی ہندو فرماں رواؤں کے ماتحت تھے۔ سبکتگین کی طاقت بہت جلد خود

سامانیوں کے لئے خطرہ بن گئی جو ماوراء النہر میں ایل خانی ترکوں کے سامنے مسلسل پسپا ہو رہے تھے۔
سبکتگین کی وفات کے بعد اُس کے بیٹے محمود غزنوی کو خراسان میں ایک خود مختار سلطنت کی بنیاد رکھنے کا موقع مل گیا۔ اس نے شروع میں بلخ کو اپنا دارالحکومت بنایا۔ پھر ایران میں سیستان تک اپنی عمل داری بڑھائی۔ ہندوستان اور ماوراء النہر میں اس نے جو فتوحات حاصل کیں' اُن سے ایران میں اس کی طاقت کو مزید استحکام حاصل ہوا۔ محمود غزنوی نے خلیفۂ بغداد سے فرمانِ حکومت منگوایا' جس نے اسے امین الملت اور یمین الدولہ کے القاب بھی عطا کئے۔ وہ اہل السنّت والجماعت کا زبردست حامی سمجھا جاتا تھا۔ اس کے عہد حکومت میں سامانیوں کی علمی اور تہذیبی روایات قائم رہیں۔ محمود کا دربار ایرانی شاعروں کا مرکز تھا۔ ان میں فردوسی تھا جس کا ''شاہنامہ'' ایران کا حماسۂ ملی کہلاتا ہے۔ البیرونی بھی اس عہد کا مشہور مصنف و مؤرخ ہے۔ افغانستان میں پوری طرح اسلام پھیلانا بھی غزنویوں ہی کا کام تھا۔

آلِ سلجوق کا عروج

غزنویوں کا عروج ایک اعتبار سے اس ترکی حملے کا پیش خیمہ تھا جو آلِ سلجوق نے کیا اور جس سے اُن کی سلطنت میں ایران بلکہ بیرونِ ایران کے علاقے بھی شامل ہو گئے۔ اس وقت ترکوں نے 1029ء سے مشرقی اور شمالی ایران میں آ کر بسنا شروع کیا۔ انہیں روکنے کی تدبیریں کی گئیں' لیکن اُن کی آمد نہ رکی۔ ان کا قائد طغرل خراسان میں اپنی فتوحات کا آغاز (1037ء) کرنے کے بعد سترہ برس کے اندر اندر پورے شمالی ایران پر چھا گیا اور 1055ء میں بغداد جا کر حکومت کی سند اور اپنے نام کا خطبہ پڑھے جانے کی اجازت لی۔ اس کے زمانے میں آل بویہ کی طاقت بالکل پامال ہو گئی۔ غزنوی سلطنت کے ایرانی مقبوضات بہت کم رہ گئے۔ اس طرح تقریباً تمام ایران سلجوقی ترکوں کے ماتحت ایک بار پھر متحد ہو گیا۔ طغرل نے 'رے' کو اپنا صدر مقام مقرر کیا۔ وہ اور اس کے جانشین چھوٹے چھوٹے سلجوق حکمران خاندانوں سے بغرضِ امتیاز سلاجقۂ اعظم (1037ء۔1157ء) کہلاتے تھے۔ آخری سلجوق اعظم سنجر ایک قابل حکمران تھا۔ تاہم اس کی حکومت صرف خراسان تک محدود رہ گئی تھی۔ اپنی زندگی میں اُسے ایران میں نئی قوتوں کا سامنا کرنا پڑا' جو اس کی موت کے بعد ایک ایسے سیاسی انتشار کا باعث بن گئیں' جس کا سدباب صرف تاتاریوں کی فتح ہی سے ہو سکا۔
سلجوقیوں نے اہل السنّت والجماعت کا حامی ہو کر سامانیوں اور غزنویوں کی طرح اہل سنت کی مذہبی روایات کو برقرار رکھا۔ وزیر نظام الملک کو ان چند شخصیتوں میں بڑا نمایاں مقام حاصل ہے جنہیں اس زمانے کی سیاسی' مذہبی اور ادبی تحریکوں میں ستون کی حیثیت حاصل تھی۔ امام غزالی نے اس کی سرپرستی میں کام کیا۔ اس زمانے میں ایران اسلامی علوم وفنون کا مرکز بن گیا اور اسے وہی شہرت

حاصل ہوگئی جو عراق اور دنیائے اسلام کے دوسرے مرکزوں کو تھی۔

اس سلسلے میں ایران میں اسماعیلی دعوت کا ذکر بھی برمحل ہوگا۔اس جماعت کا فروغ مغربی ایران میں ہوا۔ 1091ء میں قزوین کے قریب الموت کا قلعہ حسن بن صباح نے فتح کرلیا۔ اسماعیلی تحریک کے سرچشمے مشرق ومغرب میں یکساں موجود تھے' لیکن جہاں تک ایران کا تعلق ہے' اس کے حقیقی سیاسی اثرات الجبال' فارس اور خوزستان میں اور مشرق کی طرف قہستان میں مرتکز تھے۔ چنانچہ اسی زمانے میں قہستان کے کئی قلعے اسماعیلیوں کے ہاتھوں آ گئے تھے۔ بہرحال حسن بن صباح اور اس کے جانشین مغربی ایران' خصوصاً الجبال میں' ایک ایسی سیاسی طاقت بن گئے' جسے سلجوقی حکمران قابو میں لانے سے روز بروز زیادہ قاصر ہوتے گئے اور اس کا قلع قمع صرف تاتاریوں کے حملے ہی سے ہوسکا۔

سلطان سنجر کی وفات (1157ء) کے بعد خراسان میں سلجوقی بادشاہ خوارزم شاہوں کے آگے ماند پڑ گئے۔ ان کے ساتھ ساتھ جنوب مشرق میں غوری خاندان کو عروج ہوا۔ یہ غوری ہی تھے جنہوں نے 1148ء میں غزنہ فتح کر کے ایران میں غزنوی حکومت کا خاتمہ کردیا۔ بہ حیثیت مجموعی غوریوں اور ان کے عارضی حلیفوں نے جو تباہی مچائی' وہ شمال مشرقی ایران میں ثقافتی زوال کے آغاز کا نشان بنی رہی۔

تاتاریوں کے حملے

اس زوال کو تاتاریوں کے حملوں نے تیز تر کردیا۔ چنگیز خان سے محمد خوارزم شاہ کی آویزش (1218ء) کے بعد تاتاریوں نے پہلے ماوراء النہر کی خوارزم شاہی مملکت پر قبضہ کیا۔ پھر چنگیز خان' ایران اور دیگر اسلامی ممالک کی طرف متوجہ ہوا۔ ایک ہی زبردست یلغار میں اس نے سمرقند' بخارا' بلخ' نیشاپور' ماژندران' ہمدان وغیرہ کو فتح کرلیا۔ چنگیز خان نے 1227ء میں وفات پائی۔ اس وقت سارا عالم اسلام (آج کی طرح) سیاسی انتشار میں مبتلا تھا۔ مثلاً برعظیم پاک وہند کے شمالی حصے پر خاندان غلاماں کے سلطان التتمش کی حکومت تھی۔ وسطی ایشیا کے علاقوں پر منگولوں کا سیاسی تسلط تھا۔ مغربی ایشیا پر عباسی خلیفہ کی فرماں روائی برائے نام تھی۔ دراصل وہاں بھی شام' مصر وغیرہ میں مسلمان امراء اور مملوکوں نے سیاسی لحاظ سے آزاد سلطنتیں قائم کر رکھی تھیں۔ سپین میں مسلمانوں نے علیحدہ آزاد حکومت قائم کی ہوئی تھی جو سیاسی لحاظ سے خلافت عباسیہ کے حلقۂ اثر سے باہر تھی۔ ایران کے بڑے بڑے شہر کھنڈروں میں تبدیل ہوگئے۔ سرسبز وشاداب زمینوں نے ویرانوں کی صورت اختیار کرلی۔ آباد وشاد بستیاں تباہ ہوگئیں۔ غرضیکہ عالم اسلام کی سیاسی حالت ہر لحاظ سے ابتر اور دگرگوں ہوگئی۔

چنگیز خان کی وفات کے بعد اس کی وسیع سلطنت اس کے چار بیٹوں میں بٹ گئی۔ان میں سے ایک بیٹے چغتائی کی اولاد کاشغر، بدخشاں، بلخ اور غزنہ وغیرہ کے علاقوں پر حکومت کرتی رہی اور اس کے پوتے ہلاکو خان کے خاندان کو موروثی طور پر ایران کی فرماں روائی حاصل ہوئی۔اس خاندان کے افسر اعلیٰ کو ''ایل خان'' کے لقب سے موسوم کیا جاتا تھا' تاکہ اس میں اور تاتاریوں کی مرکزی حکومت کے خان اعلیٰ میں تمیز کی جا سکے۔ ہلاکو خان سے رضا شاہ پہلوی اور اس کے جانشینوں کے عہد حکومت تک ایران پر مندرجہ ذیل خاندانوں نے حکومت کی۔ جدید ایران کے حالات پر تبصرہ کرنے سے پہلے ضروری ہے کہ خاندانوں کے عہد حکومت پر طائرانہ نظر ڈالی جائے۔ یہ کام ان شاءاللہ آئندہ شمارے میں ہوگا۔

(1) ایل خانی خاندان (1256ء۔1344ء)
(2) تیموری خاندان (1369ء۔1494ء)
(3) صفوی خاندان (1502ء۔1736ء)
(3) افشاریہ خاندان (1736ء۔1750ء)
(4) ژندیہ خاندان (1750ء۔1794ء)
(5) قاچار خاندان (1794ء۔1925ء)
(6) پہلوی خاندان (1925ء۔1975ء)

مکتبہ انجمن کے تحت شائع ہونے والی ''آسان عربی گرامر''
کی تینوں کتابوں کی تدریس پر مشتمل

عربی گرامر VCDs

مدرس: لطف الرحمن خان

تعداد VCDs:24 قیمت: 960 روپے

مکتبہ خدام القرآن لاہور

36 کے ماڈل ٹاؤن' لاہور۔فون: 03-5869501
www.tanzeem.org e-mail:info@tanzeem.org

رفقاء واحباب جانتے ہیں کہ

محترم ڈاکٹر اسرار احمد

کا مرتب کردہ مطالعہ قرآن حکیم کا منتخب نصاب

تحریک رجوع الی القرآن اور فریضہ اقامت دین کی انقلابی جدوجہد کے لئے بنیاد اور اساس کا درجہ رکھتا ہے۔ چنانچہ اس تحریکی وانقلابی جدوجہد کو آگے بڑھانے کے لئے منتخب نصاب کا محض مطالعہ ہی نہیں

درس وتدریس بھی ایک لازمی ضرورت ہے۔ الحمدللہ کہ

قرآن اکیڈمی کراچی نے

مدرسین اور معلمین کی سہولت کے لئے

مطالعہ قرآن حکیم کے منتخب نصاب

کے حصہ اول' دوم' سوم اور چہارم کے نکات برائے درس وتدریس

علیحدہ علیحدہ کتابی صورت میں شائع کردیئے ہیں —— ان نکات میں:

- متعلقہ آیات کا لفظی ترجمہ
- تمہیدی نکات
- نفس مضمون کی وضاحت
- تفسیری نکات
- موضوع سے متعلق قرآن حکیم کے دیگر مقامات سے آیات کے حوالہ جات اور احادیث نبویہؐ شامل ہیں۔

قیمت: حصہ اول: **60** ' حصہ دوم: **60** ' حصہ سوم: **80** اور حصہ چہارم: **100** روپے

حصہ اول کی ابتداء تعارف قرآن حکیم کے لئے تدریسی نکات سے ہوتی ہے۔ دس صفحات میں قرآن حکیم کے تعارف سے متعلق تمام مباحث کو بڑی خوبصورتی سے سمویا گیا ہے۔

ملنے کا پتہ: (۱) قرآن اکیڈمی' خیابان راحت درخشاں ڈیفنس فیز IV' کراچی

(۲) **مکتبہ خدام القرآن** 36۔ کے' ماڈل ٹاؤن لاہور